بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

سیرت النبی صلعم نمبر

ایڈیٹر :- محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر :- جاوید اقبال اختر

جلد ۲۲ —— شمارہ ۱۵
بدلِ اشتراک
سالانہ ———— ۱۰ روپے
ششماہی ———— ۵ روپے
ممالکِ غیر ———— ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

REGD. NO. P. 67 — PHONE NO. 35

۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۳ ہجری — ۱۲ شہادت ۱۳۵۲ ہش — ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء

مَدْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِلِسَانِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَا لَلْفَتٰى مَا حُسْنُهٗ وَجَمَالُهٗ
واہ کیا ہی خوبصورت اور خوش شکل وہ نوجوان ہے

رَيَّاهُ يُصْبِي الْقَلْبَ كَالرَّيْحَانِ
جس کی خوشبو ریحان کی مانند دل کو شیفتہ کر لیتی ہے

وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِيْ وَجْهِهٖ
اس کے چہرے سے خدائے مہیمن کا چہرہ نظر آتا ہے

وَشُؤُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ
اور اس کے کام اسی شان کے ساتھ چمکتے ہیں!

فَلِذَا يُحَبُّ وَيَسْتَحِقُّ جَمَالُهٗ
اسی وجہ سے اس سے محبت کی جاتی ہے اور اس کا جمال اس بات

شَغَفًا بِهٖ مِنْ زُمْرَةِ الْاَخْدَانِ
کا مستحق ہے کہ دوستوں کو چھوڑ کر اس سے وابستگی اختیار کی جائے

سُجُحٌ كَرِيْمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰى
وہ خوش خلق معزز سخی صاحبِ تقویٰ اور کریم الطبع ہے اور اپنے

خِرْقٌ وَّفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْيَانِ
خصائل اور اخلاق کی وجہ سے دوسرے نوجوانوں پر فوقیت رکھتا ہے۔

فَاقَ الْوَرٰى بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ
وہ اپنے کمال اور جمال اور جلال اور سیراب دل

وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ
کے ساتھ تمام مخلوقات پر فائق ہے!

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى
بے شک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مخلوقات میں سے بہتر وجود

رِيْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْيَانِ
معزز لوگوں کی روح و قوت اور بڑے لوگوں میں سے چیدہ فرد ہیں

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ
آپ کے وجود میں ہر قسم کی فضیلت کی صفات اپنے کمال کو پہنچ گئی ہیں

خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ
اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ کی ذات پر ختم ہیں!

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ
اللہ تعالےٰ کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دربارِ خداوندی کے سب سے اعلیٰ

وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ
افسر ہیں اور آپ کے ہی ذریعہ سے دربارِ سلطانی میں رسائی ہو سکتی ہے

هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمُقَدَّسٍ
آپ ہر مطہر و مقدس کا فخر ہیں۔ اور روحانی

وَبِهٖ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِيْ
لشکر کو آپ کی ہی ذات پر ناز ہے!!

هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُّتَقَدِّمٍ
آپ ہر پہلے مقرب سے افضل ہیں۔ اور فضیلت

وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانٍ
کارہائے نمایاں پر موقوف ہے نہ کہ زمانہ پر!

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۲ شہادت ۱۳۵۲ ہش

فریادی ـــــ بارگاہِ رسالت میں

ایک اذیت ناک تالم، ایک جانگسل افسردگی، اور ایک روح فرسا اضطراب مسلسل دباؤ سے پریشانی میں غرق میں سر بگریباں تھا۔ واقعاتِ عالم کی روشنی میں سیلاب کی صورت امڈتے ہوئے بے پناہ خطرات میرے جسم و روح پر ضرباتِ کاری لگا رہے تھے۔ تخئیل کا سارا زور سمٹ سمٹ کر اسی ایک ہی نقطے پر مرکوز ہو کر رہ گیا تھا۔ اور اس نقطے سے آگے آفاق تک دبیز تاریکیوں کا بے رحمانہ تسلط تھا۔ اس نقطے کے آگے نگاہ ماندہ تھی۔ اور تخئیل پر بریدہ۔ ایک یاسیت آمیز بیچارگی کے عالم میں ایک آہِ سرد کے ساتھ میرے لبوں نے سرگوشی کی

فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں

"کیسی کشتی"! ــــ "کیسی نگہبانی"! ـــــ ایک ہیبت ناک آواز کی گرج نے میرے مساموں میں سے رونگٹے کھینچ کر کھڑے کر دئیے۔ میری روح لرز کر اور بھی مضمحل ہو گئی۔ اور میرا جسم سُن ہو گیا۔ یوں لگا جیسے اس آواز کے جلال نے میرے گوشت پوست کو نچوڑ کر روح اندر سے نکال لی ہو۔ اس پُر شوکت آواز کی بازگشت دیر تک مجھ پر مستولی رہی۔ زبان گنگ تھی اور نطق پر مُہر۔ میں سوچنے لگا کشتی بھنور میں ہے ـــ! میں نے پھر اپنی قوت کو مجتمع کر کے بارگاہِ رسالت میں فریاد کی ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

"تم پھر فریاد لے کر آ گئے!" "یہ فریاد مجھ سے نہیں، امتِ مرحومہ کی بکھری ہوئی کڑیوں سے کرو۔ تم ایک بے نظیر پیغامِ آسمانی کے حامل ہو۔ کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے، کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ـــ انتم الاعلون کی عظیم مسند پر بٹھایا تھا۔ لیکن تم خود اپنے مقام سے نیچے گر گئے۔ تم کشتیٔ امت کی نگہبانی کے لئے فریاد کرتے ہو۔ لیکن وہ کشتی ہے کہاں ـــ؟ اس کشتی کی میخیں تک اکھاڑ کر تم نے اس کے تختوں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ آسمان سے تمہیں ایسی تعلیم اور شریعت دی گئی تھی کہ اگر تم اس پر عمل پیرا رہتے تو ساری دُنیا تمہارے قدموں میں ہوتی۔ تمہیں اتحادِ ملی کا ایسا زبردست سبق دیا گیا تھا کہ اس پر عمل کر کے تم اقوامِ عالم کے سامنے ہمیشہ سر بلند رہتے۔ تم کو اس قدر مال و دولت سے سرفراز کیا گیا تھا کہ اس کو صحیح مصرف میں لا کر تم دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن سکتے تھے، لیکن حیف ہے تم پر! کہ تم نے ان تمام نعماءِ سماوی کی اتنی بے قدری کی کہ تم معتوب و مغضوب بن گئے۔"

"تم نے کبھی غور کیا کہ اس فرمودۂ خداوندی میں کس قدر طاقت اور اجتماعیت پوشیدہ ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ لیکن دُنیا میں ستر کروڑ کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی تم ستر کروڑ رائے رکھتے ہو۔ اگر تمہاری رائے میں اتفاق ہوتا تو کس طاقت کو یہ جرأت تھی کہ تمہاری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ لیکن تم ـــ جو دُنیا میں رُوحانی اور مادی غلبہ و استعلا کے لئے پیدا کئے گئے تھے، راہِ راست سے منحرف ہو گئے اور "رہا دین باقی نہ ایمان باقی" کی تفسیر بن کر رہ گئے۔ تم ذرا اپنے گریبان میں جھانکو تو سہی اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ ایک واضح اور اعلیٰ ترین حقیقت نہیں ہے کہ باقی ساری دنیا کی دولت ملا کر بھی اسلامی مملکتوں کی دولت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ تم میں سے صرف عرب ممالک کی دولت ہی باقی ساری دُنیا کی دولت سے زیادہ ہے۔ رقبہ اور تعداد کے اعتبار سے بھی تم ایک حیثیت رکھتے ہو۔ لیکن اگر تم خود ہی اپنی حیثیت کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر دو تو اس میں قصور کس کا ہے ـــ؟"

میں سر بہ زانو اِس پُر جلال تنبیہ الغافلین کو سُن رہا تھا۔ اور عرقِ انفعال میں غرق تھا۔ اور آواز آتی چلی گئی۔ آواز کی ملامت اور اپنے عمل کی ندامت نے مجھے پسینے میں زبر کر دیا۔

"تمہاری وہ بے مثال رفعتیں جو محض تمہارے اتحاد سے وابستہ تھیں مفقود ہو گئیں۔ اور تم قعرِ مذلت میں دھنستے چلے گئے۔ حادثات تم پر وارد ہوتے چلے گئے۔ تمہاری کمر ٹوٹتی چلی گئی۔ لیکن تم خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہو سکے۔ تم تباہ کن واردات و حادثات کے باوجود آنکھیں موند کر اپنی ذلت اور پستی پر مطمئن ہو کر بیٹھے ہو۔ تمہاری جمعیت کو تمہارے احمقانہ اختلافات نے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ تمہاری عظمت کا تاج غیر اقوام نے اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالا ہے۔ لیکن تم اپنی بد اعمالی اور بدکرداری پر مُصر ہو۔ وحدتِ ملی نام کی کوئی چیز عامۃ المسلمین میں پائی نہیں جاتی۔ تم دنیا کے عیش و عشرت میں پڑ کر اپنی ساری دولت کو غرق کر رہے ہو۔ لیکن یہ نہیں سوچ سکتے کہ آنے والا کل اپنے جلو میں تمہارے لئے مصائب اور تباہی کے کتنے سامان لا رہا ہے۔"

"اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر تمہاری اصلاح کا سامان فرمایا۔ تمہاری پشت ہا پشت کی رُوحانی تشنگی کو دُور کرنے کے لئے اور تمہارے قلوب کی تاریکیوں کو متبدل بہ نور کرنے کے لئے ایک دردمند دل نے تمہیں محبت سے پُکارا کہ ؎

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہُوا دن آشکار

لیکن تم نے بدقسمتی سے نہ صرف یہ کہ اس کی آواز کو حقارت کی نظر سے دیکھا بلکہ اس کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور پھر تم نے وہی کچھ دیکھا جو آسمانی آواز کی مخالفت کرنے والے دیکھا کرتے تھے۔ وہ میرا نائب تھا۔ وہ مجھ سے تھا۔ وہ میرا رُوحانی فرزند تھا۔ چند سعید روحیں اٹھیں اور اس کی غلامی ـــ میری غلامی کے دائرہ میں آ گئیں۔ اور آج دیکھ لو اللہ تعالیٰ ساری دنیا میں اُن کی عظمت و سربلندی کے سامان پیدا فرما رہا ہے۔ وہ اسلامی اخوت، تنظیم اور اتحاد کے علمبردار ہیں۔ اور اسلام کی اشاعت کے لئے بے مثال قربانیاں کرتے ہوئے دنیا میں ایک جائز مقام پا رہے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک جماعت ہیں اور ایک واجب الاطاعت امام کے ہاتھ پر جمع ہیں۔ وہ ایک ہاتھ کے اشارے پر اپنی جان و مال سمیت اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ایک ہاتھ کے اشارے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کا امام اشاعتِ اسلام کی خاطر، اسلام کی عظمت کے لئے اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے اُن سے چالیس لاکھ روپے کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ دفورِ عقیدت و محبت سے ساٹھ لاکھ اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے امام کی اقتدا میں اسلام کی اتنی خدمت کی کہ آج تک کسی بڑی سے بڑی اسلامی حکومت کو بھی ایسی توفیق نہیں مل سکی۔ تم مسلمانوں سے کہہ دو کہ آج عظمتِ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو رسی لٹکائی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور اپنی عظمتِ رفتہ کو آواز دو۔ وہ دوڑتی ہوئی تمہارے پاس آئے گی۔ اور قرونِ اولیٰ کا روٹھا ہُوا زمانہ پھر لوٹ آئے گا۔ جلدی کرو کہ دنیا کی تمام دجالی طاقتیں اسلام اور اہلِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تُلی ہوئی ہیں۔ قبل اس کے کہ وہ تمہارا نام تاریخ عالم سے خدا نخواستہ کُھرچ کر مٹا دیں، اپنے اتحاد، قربانی، ایثار اور عمل و کردار کی تیز تلوار سے اُن کے پنجوں کو کاٹ دو اور یاد رکھو کہ

تم ہی سربلند ہو!
بشرطیکہ تم مسلمان ہو!"

(ف۔ا۔گ)

اخبار احمدیہ

★ قادیان ۱۰ رشہادت (اپریل) ربوہ سے آمدہ ۴ راپریل کی اطلاع ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ حضور انور نے مجلسِ مشاورت کے تینوں دن (۳۰ رمارچ تا یکم اپریل) شرکت فرمائی۔ اور خدام کو اپنی قیمتی نصائح سے نوازا احبابِ کرام اپنے پیارے امام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں کامیابی کیلئے دعائیں کرتے رہیں۔

★ ـــ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا کی طبیعت کمزور ہے احباب دعائے صحت کریں۔

★ ـــ ربوہ سے محترم سید داؤد احمد صاحب کی صحت کے بارے میں جو اطلاعات ملی ہیں ان کے مطابق آپ ابھی تک راولپنڈی کے ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ ابھی تک طبیعت پوری طرح نہیں سنبھلی محترم سید صاحب موصوف ایک نہایت کارآمد اور محترم وجود ہیں اور ناظر خدمتِ درویشان ہونے کی حیثیت سے وہ حق رکھتے ہیں کہ ہم سب دردِ دل کے ساتھ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعائیں کریں۔ اور تا صحت کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے آمین۔

★ ـــ قادیان ۱۰ راپریل۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بخیریت ہیں۔ البتہ اس ہفتے عزیزہ صاحبزادی امۃ الکریم کوکب کو حرارت رہی۔

★ ـــ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل مع درویشانِ کرام خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

درخواستِ دُعا

محترم بابا نور احمد صاحب باورچی جو خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے خادم ہیں اور قریباً اسّی سال کی عمر ہے۔ ۸ راپریل کو گر جانے سے ان کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ احباب سے صحتِ کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(ایڈیٹر بدر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بلند ترین شان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی روشنی میں

"جب سے کہ آفتاب صداقت ذات بابرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آیا اسی دم سے آج تک ہزار ہا نفوس جو استعداد اور قابلیت رکھتے تھے۔ متابعت کلام الٰہی اور اتباع رسول مقبول سے مدارج عالیہ مذکورہ بالا تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس قدر اُن پر پے در پے اور علی الاتّصال تلطّفات و تفضّلات وارد کرتا ہے اور اپنی حمایتیں اور عنایتیں دکھلاتا ہے کہ صافی نگاہوں کی نظر میں ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ لوگ منظوران نظرِ احدیت سے ہیں جن پر لطفِ ربّانی ایک عظیم الشان سایہ اور فضلِ یزدانی کا ایک جلیل القدر پیرایہ ہے اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا ہے کہ وہ انعامات خارقِ عادت سے سرفراز ہیں۔ اور کراماتِ عجیب و غریبہ سے ممتاز ہیں اور محبوبیت کے عطر سے معطّر ہیں۔ اور مقبولیت کے فخروں سے مفتخر ہیں۔ اور قادرِ مطلق کا نُور اُن کی صحبت میں ان کی توجہ میں ان کی ہمت میں اُن کی دُعا میں اُن کی نظر میں اُن کے اخلاق میں اُن کی طرزِ معیشت میں اُن کی خوشنودی میں۔ اُن کے غضب میں اُن کی رغبت میں اُن کی نفرت میں اُن کی حرکت میں اُن کے سکون میں اُن کے نُطق میں اُن کی خاموشی میں اُن کے ظاہر میں اُن کے باطن میں ایسا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک لطیف اور مصفّا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور اُن کے فیضِ صحبت اور ارتباط اور محبّت سے وہ باتیں حاصل ہوجاتی ہیں کہ جو ریاضاتِ شاقہ سے حاصل نہیں ہوسکتیں اور ان کی نسبت ارادت اور عقیدت پیدا کرنے سے ایمانی حالت ایک دوسرا رنگ پیدا کرلیتی ہے اور نیک اخلاق کے ظاہر کرنے میں ایک طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور شوریدگی اور امّارگی نفس کی روبکمی ہونے لگتی ہے اور اطمینان اور حلاوت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور بقدر استعداد اور مناسبت ذوقِ ایمانی جوش مارتا ہے اور اُنس اور شوق ظاہر ہوتا ہے۔ اور التذاذ بذکر اللہ بڑھتا ہے۔ اور اُن کی صحبتِ طویلہ سے بضرورت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ایمانی قوتوں میں اور اخلاقی حالتوں میں اور انقطاع عن الدنیا میں توجہ الی اللہ میں اور محبتِ الٰہیہ میں اور شفقت علی العباد میں اور وفا اور رضا اور استقامت میں اس عالی مرتبے پر ہیں جس کی نظیر دُنیا میں نہیں دیکھی گئی۔ اور عقلِ سلیم فی الفور معلوم کرلیتی ہے کہ وہ بند اور زنجیر اُن کے پاؤں سے اُتارے گئے ہیں جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں اور وہ تنگی اور انقباض اُن کے سینہ سے دُور کیا گیا ہے جس کے باعث سے دوسرے لوگوں کے سینے منقبض اور کوفتہ خاطر ہیں ایسا ہی وہ لوگ تحدیث اور مکالماتِ حضرتِ احدیت سے بکثرت مشرف ہوتے ہیں اور متواتر اور دائمی خطابات کے قابل ٹھہر جاتے ہیں اور حق جلّ وعلا اور اس کے مستعد بندوں میں ارشاد اور ہدایت کے لئے واسطہ گردانے جاتے ہیں۔ اُن کی نورانیت دوسرے دلوں کو منوّر کردیتی ہے۔ اور جیسے موسمِ بہار کے آنے سے نباتی قوتیں جوش زن ہوجاتی ہیں ایسا ہی اُن کے ظہور سے فطرتی نور طبائعِ سلیمہ میں جوش مارتے ہیں۔ اور خود بخود ہر ایک سعید کا دل یہی چاہتا ہے کہ اپنی سعادت مندی کی استعدادوں کو بکوشش تمام منصّہ ظہور میں لاوے اور خوابِ غفلت کے پردوں سے خلاصی پاوے اور معصیت اور فسق و فجور کے داغوں سے اور جہالت اور بے خبری کی ظلمتوں سے نجات حاصل کرے۔ سو اُن کے مبارک عہد میں کچھ ایسی خاصیت ہوتی ہے اور کچھ اس قسم کا انتشارِ نورانیت ہوجاتا ہے کہ ہر ایک مومن اور طالب حق بقدر طاقتِ ایمانی اپنے نفس میں بغیر کسی ظاہری موجب کے انشراح اور شوق دینداری کا پاتا ہے اور ہمت کو زیادت اور قوت میں دیکھتا ہے۔ غرض اُن کے اس عطرِ لطیف سے جو اُن کو کامل متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے ہر ایک مخلص کو بقدر اپنے اخلاص کے حظ پہنچتا ہے۔ ہاں جو لوگ شقی ازلی ہیں وہ اس سے کچھ حصہ نہیں پاتے بلکہ اور بھی عناد اور حسد اور شقاوت میں بڑھ کر ہاویہ جہنّم میں گرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۷ - ۵۱۰ حاشیہ در حاشیہ ۳)

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرت ممدوح کا فیضِ جاودانی جاری ہے۔ اور جو شخص اس زمانے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے اُٹھایا جاتا ہے۔ اور ایک رُوحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے۔ نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثار صحیحہ صادقہ اس کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آسمانی مددیں اور سماوی برکتیں اور رُوح القدس کی خارقِ عادت تائیدیں اس کے شاملِ حال ہوجاتی ہیں اور وہ تمام دُنیا کے انسانوں میں سے ایک منفرد انسان ہوجاتا ہے یہاں تک

کہ خدا تعالےٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اپنے اسرارِ خاصہ اس پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے حقائق و معارف کھولتا ہے۔ اور اپنی محبت اور عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس میں نمودار کر دیتا ہے۔ اور اپنی نصرتیں اس پر اُتارتا ہے۔ اور اپنی برکات اس میں رکھ دیتا ہے۔ اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اس کو بنا دیتا ہے۔ اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے اور اُس کے دِل سے نکاتِ لطیفہ کے چشمے نکلتے ہیں۔ اور پوشیدہ بھید اس پر آشکار کئے جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان تجلی اس پر فرماتا ہے۔ اور اس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی استجابتِ دعاؤں میں اور اپنی مقبولیتوں میں اور فتح ابوابِ معرفت میں اور انکشافِ اسرارِ غیبیہ میں اور نزولِ برکات میں سب سے اُوپر اور سب پر غالب رہتا ہے۔ چنانچہ اِس عاجز نے خدا تعالےٰ سے مامور ہو کر انہیں اُمور کی نسبت اور اسی اتمامِ حجت کی غرض سے کئی ہزار رجسٹری شدہ خط ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے نامی مخالفوں کی طرف روانہ کئے تھے۔ تا اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ رُوحانی حیات بجز اِتّباع خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ذریعہ سے بھی مل سکتی ہے تو وہ اس عاجز کا مقابلہ کرے۔ اور اگر یہ نہیں تو طالبِ حق بن کر یک طرفہ برکات اور آیات اور نشانوں کے مشاہدہ کے لئے حاضر آوے۔ لیکن کسی نے صدق اور نیک نیتی سے اس طرف رُخ نہ کیا اور اپنی کنارہ کشی سے ثابت کر دیا کہ وہ سب تاریکی میں گرے ہوئے ہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۲۱ - ۲۲۲)

"ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خُدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا جناب **محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلّم ہے۔ کیونکہ دوسرے نبیوں کی اُمّتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور صرف گزشتہ قصّے اور کہانیاں اُن کے پاس ہیں۔ مگر یہ امت ہمیشہ خدا تعالےٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے۔ لہذا اِس اُمّت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اُس کو دیکھتے ہیں اور دُوسری قوموں کو خدا تعالےٰ کی نسبت یہ یقین نصیب نہیں۔ لہذا ہماری رُوح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچّا اور صحیح مذہب صرف **اسلام** ہے .... ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف قصّوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرکے خود ان نشانوں کو پا لیتے ہیں۔ لہذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اُس کامل اور مقدّس نبیؐ کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوّت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دِکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتبِ عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں۔ اور سچّا نبی اُسی کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے۔ محض قصّوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دُنیا میں صدہا لوگ خُدا بنائے گئے اور صدہا پُرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کرکے مانے جاتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ سچّا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو سو وہ شخص ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانے میں اس کامل اور مقدّس کے نشان دِکھلانے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجا ہے۔ اور اس زمانے میں مسیح موعود کے نام سے مجھے بھیجا ہے۔ دیکھو آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں۔ اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہ کر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب **برکات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم** کے ہیں ؎

محمدؐ است امام و چراغِ ہر دو جہاں ؛ محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں

خُدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخُدا! ؛ خُدا نما است وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریہ صفحہ ۱۵۵ - ۱۵۷ حاشیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم سے

انسانی دماغ بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب قسم کا بنایا ہے۔ کئی کئی حالتوں میں سے وہ گزرتا ہے۔ ایک وقت فلسفہ کے دلائل اُسے اُلجھا رہے ہوتے ہیں۔ تو دوسرے وقت وجدان کی ہوائیں اُسے اُڑا رہی ہوتی ہیں۔ ایک وقت علم کے غوامض اسے نیچے کی طرف کھینچ رہے ہوتے ہیں تو دوسرے وقت عشق کی بلندیاں اسے اُوپر کو اٹھا رہی ہوتی ہیں۔ انہی حالتوں میں سے ایک حالت مجھ پر طاری تھی۔ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی پر غور کر رہا تھا۔ میری عقل اس کی حد بندی کرنا چاہتی تھی۔ کہ میرا دل میرے ہاتھوں سے نکلنے لگا۔ اس بحرِ بیکراں و ناپیدا کنار کی شناوری نے میری فکر کو سب قیود سے آزاد کر دیا۔ اور وہ زمانہ اور مکان کی قید سے آزاد ہوکر اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر پرواز کرنے لگا۔

آسمان کے لئے رحمت

میری نگہ آسمانوں کی طرف گئی اور میں نے روشن سُورج اور چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھا۔ وہ کیسے خوش منظر تھے۔ وہ کیسے دل لُبھانے والے تھے۔ ان کی ہر ہر شعاع محبت کی چمک سے درخشاں تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے جھلملیوں سے کوئی معشوق محوِ نظارہ ہے۔ میرا دل اس نظارہ کو دیکھ کر بے تاب ہوگیا۔ مجھے اس روشنی میں کسی کی صورت نظر آتی تھی۔ کسی ازلی ابدی معشوق کی جو سب حسینوں کی کان ہے۔ مجھ پر بالکل اسی کی سی حالت طاری تھی جس نے کہا ہے ؎

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

نہ معلوم میں اس خیال میں کب تک محو رہتا کہ میں نے عالمِ خیال میں دیکھا۔ سورج کی روشنی زرد۔ دھیمی پڑنے لگی۔ چاند اور ستارے مٹتے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ وجود جو ان کی چمک دمک کا باعث تھا ناراض ہوکر پیچھے ہٹ گیا ہے۔ اور جھروکہ جھانکنے والے کے چہرہ کے نُور سے محروم ہوگیا ہے۔ وہ زندہ نظر آنے والے کُرّے بیجان مٹی کے ڈھیر نظر آنے لگے۔

میں نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟ کہ میری نظر نیچے کی گہرائیوں میں اپنے ہم جنس انسانوں پر پڑی۔ میں نے دیکھا ہزاروں لاکھوں بظاہر عقلمند نظر آنے والے انسان سر کے بل گرے ہوئے یا گھٹنے ٹیک کر بیٹھے ہوئے گڑگڑا گڑگڑا کر اور رو رو کر دعائیں کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ اے سورج دیوتا! مجھ پر نظر کر۔ میرے اندھیرے گھر کو اپنی شعاعوں سے منور کر۔ میری بیوی کی بے اولاد گود کو اولاد سے بھر دے۔ اور میرے دشمنوں کو تباہ کر۔ کوئی کہتا۔ اے چندر ماتا! میری تاریکی کی گھڑیوں کو اپنے نور سے روشن کر اور غموں اور رنجوں کو ہمارے گھر سے دور کر۔ کوئی کہتا۔ اے ستارو! تم خوشیوں کا موجب اور میری راحتوں کا منبع ہو۔ اے زہرہ! تو محبت سے ہمارے گھروں کو بھر دے۔ اور ہمارے پیاروں کے دِل ہماری طرف پھیر دے۔ اور اے مریخ! تو ہم پر ناراض نہ ہو۔ اور مصیبتوں کی گھڑیاں ہم پر نہ لا۔ اپنا غصہ ہمارے دشمنوں کی طرف پھیر دے۔

میرا دِل اِس گھناؤنے نظارہ کو دیکھ کر سخت گھبرا گیا۔ اور میں نے کہا۔ انسان نے کیسی خوبصورت چیزوں کو کیسا گھناؤنا بنا رہا ہے۔ جب عاشق محبوب کے چہرے کی بجائے اس کی نقاب سے عشق کرنے لگتا ہے۔ جب اس کے حقیقی حُسن کو بُھلا کر وہ اس کے لباس کی زیبائش پر فریفتہ ہونے لگتا ہے۔ تو محبوب اس لباس سے نکل جاتا ہے۔ اور خالی لباس عاشق کی طرف پھینک دیتا ہے۔ کہ جا اور اسے دیکھا کر۔ مگر وہی لباس جو معشوق کے جسم پر خوبصورتیوں کا مجموعہ نظر آتا تھا اب کیسا بُرا۔ کیسا بھدا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا یہی حال آسمان کے اجسام کا ہے جب تک ان میں ازلی ابدی محبوب کا چہرہ دیکھا جائے وہ کیسے خوبصورت نظر آتے ہیں۔ کیسے شاندار۔ کیسے باعظمت۔ اور جب خود ان کی ذات مقصود ہو جائے ان کی عظمت کس طرح برباد ہو جاتی ہے۔ ہیئت دان کس طرح بے رحمی سے ان کو چیر پھاڑ کر ایک دھاتوں کا تودہ ایک گیسوں کا مجموعہ ثابت کر دیتے ہیں۔ میں نے اس خیال کے پیدا ہونے پر پہلے تو حسرت سے آسمان کی طرف اور ان کے کھوئے ہوئے حسن کی طرف دیکھا۔ اور پھر انسان اور اس کی گم شدہ عقل کی طرف نظر کی۔ میں اسی حال میں تھا کہ ایک نہایت دِل کش نہایت سُریلی آواز دلوں مسحور کر دینے والی۔ افکار کو اپنا لینے والی میرے کانوں میں پڑی۔ اس نے پُر جلال و شاندار لہجہ سے کہا۔ نہ سُورج کو سجدہ کرو۔ اور نہ چاند کو۔ بلکہ صرف اللہ کو جو ایک ہی ہے۔ اور جس کا قبضہ ان سب فلکی اجرام پر اور دوسری چیزوں پر ہے۔ سجدہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اس نے سورج کو بھی پیدا کیا ہے اور چاند کو بھی۔ اور ستاروں کو بھی۔ اور یہ سب اس کے ایک ادنیٰ اشارے کے تابع اور خادم ہیں۔ یاد رکھو کہ وہی پیدا کرتا اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

وہ آواز کیسی مؤثر کیسی موہ لینے والی تھی۔ زمین کی حالت یوں معلوم ہوتی جیسے کسی پر قشعریرہ آجاتا ہے۔ انسان یوں معلوم ہوا جیسے سوتے ہوئے جاگ پڑتے ہیں۔ ندامت۔ شرمندگی اور حیا کے ساتھ تمتماتے ہوئے چہروں کے ساتھ لوگ اٹھے۔ اور اپنے پیدا کرنے والے کے آگے جھک گئے۔ آسمان پھر خوبصورت نظر آنے لگا۔ ازلی ابدی معشوق نے پھر سورج۔ چاند اور ستاروں کی جھلملیوں میں سے دنیا کو جھانکنا شروع کیا۔ پھر دنیا کا ذرہ ذرہ جلالِ الٰہی کا مظہر بن گیا ہیئت دانوں کے سب استدلال اور سب دلیلیں حقیر نظر آنے لگیں۔ صاحب دل بول اُٹھے۔ تم اپنی گیسوں اور دھاتوں کے نظریوں کو اپنے گھر لے جاؤ۔ تم چھلکے کو تو دیکھتے ہو۔ مغز پر نگہ نہیں ڈالتے۔ تم ان دھاتوں کے طوماروں اور گیسوں کے مجموعوں کے پیچھے نہیں دیکھتے۔ کس کا حسن چمک رہا ہے؟ کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے؟ میں نے دیکھا۔ چاند کی وہ بے نور مٹی بھی جسے ہیئت دان کہتے ہیں کہ ہزاروں سال کے تغیرات کے ماتحت مردہ ہو چکی ہے خوشی سے چمک رہی تھی۔ اسے اس سے کیا کہ وہ سرد ہے یا گرم۔ مُردہ ہے یا زندہ۔ اس کا ذرہ ذرہ تو اس خوشی سے دمک رہا تھا کہ وہ اب سے اٰیَۃٌ مِّنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ کہلائے گا۔ کسی چیز نے میرے دِل میں ایک چٹکی لی۔ اور میں نے ایک آہ بھری۔ پھر میں نے کہا یہ آواز تو اُن اجرام فلکی کے لئے ایک رحمت ثابت ہوئی۔

فرشتوں کے لئے رحمت

پھر میری نظر اور بھی بلند ہوئی۔ اور میں نے عالمِ خیال میں اُوپر آسمانوں پر ایک مخلوق دیکھی جو نہایت خوبصورت اور نہایت پاکیزہ تھی۔ ان کے چہرے میں نے عالم کشف اور رؤیا میں دیکھے ہوئے تھے۔ میں نے عالمِ خیال میں بھی ان کی ویسی ہی شکل دیکھی۔ وہ مجھے نہایت بھولے بھالے وجود نظر آئے۔ لطیف اجسام کے جن کو صرف رُوحانی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ پاکیزہ صورت اور پاکیزہ سیرت۔ محنتی اور کام کرنے والے۔ ایسے کہ ان کو وقت کے آنے جانے کا کچھ علم ہی نہ ہوتا۔ ان کا ہر لحظہ گویا آقا کی خدمت کے لئے رہن تھا۔ وہ مشینیں تھیں۔ جو مالک کے اشارہ پر چلتی ہیں۔ مگر میں نے اپنے فکر کی آنکھ سے دیکھا کہ ان کے خوبصورت چہروں پر افسردگی کے آثار تھے۔ ان کی تازگی میں بھی ایک جھلک پژمردگی کی تھی۔ میں نے اس کے سبب کی تلاش کی۔ مگر آسمان پر کوئی بات مجھے نظر نہ آئی۔ جو اس کا موجب ہوتی۔ ان کا آقا ان سے خوش تھا۔ اور وہ اپنے آقا سے خوش۔ پھر اُن کی افسردگی کا کیا باعث تھا؟ میں نے پھر زمین پر نظر کی۔ اور ایک دِل دہلا دینے والا نظارہ دیکھا میں نے بلند عمارتیں دیکھیں جو ان فرمانبردار روحوں کے نام پر بنائی گئی تھیں۔ میں نے ان میں ان کے مجسمے دیکھے جن کی لوگ پوجا کر رہے تھے۔ میں نے بھاری بھرکم جسموں والے بڑے بڑے جُبّوں والے لوگ دیکھے۔ جو نہایت سنجیدہ شکل بنائے ہوئے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا سب دنیا کا علم سمٹ کر ان کے دماغوں میں جمع ہوگیا ہے۔ اپنے گرد و پیش بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس لہجہ میں کہ گویا وہ ایک بڑے راز کی بات انہیں بتا رہے ہیں ایسی بات کہ جسے دوسرے لوگ عمر بھر کی جستجو اور بیسیوں سال کی تپسیا کے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ فرشتے اصل میں خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اور جو کام خدا تعالیٰ سے کرانا ہو اس کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ اِن خدا کی بیٹیوں کو قابو کیا جائے اور وہ بزعم خود ایسی عبادتیں جن سے فرشتے قابو آتے ہیں۔ لوگوں کو بتا رہے تھے اور لوگوں کے چہرے خوشی سے جگمگا رہے تھے۔ اور اُن کے دِل ان علمِ رُوحانی کا خزانہ لٹانے والوں پر قربان ہو رہے تھے۔ پھر میری ایک اَور طرف نگہ پڑی۔ میں نے دیکھا ویسے ہی جُبّوں والے کچھ اور لوگ اپنے عقیدتمندوں کے جھرمٹ میں ایک کوئیں کے پاس کھڑے ہوئے کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ وہ انہیں بتا رہے تھے جس طرح ایک گہرا راز بتایا جاتا ہے۔ کہ اس کوئیں میں ہاروت ماروت دو فرشتے ایک فاحشہ کے عشق کرنے کے جرم میں قید کئے گئے تھے۔ کچھ جُبّہ پوش تو اصرار کر رہے تھے کہ وہ اب بھی اس جگہ قید ہیں۔ اور بعض تو یہاں تک کہتے تھے کہ ان کے کسی استاد نے ان کو اُلٹا لٹکے ہوئے

دیکھا بھی ہے۔ جسے سُن کر کئی عقیدتمندوں کے جسم پر جھرجھری آجاتی تھی۔ تب مجھے معلوم ہؤا کہ انسانی گناہ نے فرشتوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ مَیں اسی حیرت میں تھا کہ مَیں نے پھر وہی آواز دلکش۔ مؤثر شیریں آواز۔ محبت اور جلال کی ایک عجیب آمیزش کے ساتھ بلند ہوتی ہوئی سُنی۔ اس نے کہا۔ فرشتے خدا کے بندے ہیں نہ کہ بیٹیاں اور وہ پوری طرح اس کے فرمانبردار ہیں۔ کبھی بھی اس کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے۔ لوگوں میں پھر بیداری پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگ خوابِ غفلت سے چونکے۔ اور اپنے پہلے عقائد پر شرمندہ اور نادم ہوئے۔ کئی اونچی عمارتیں جو خدا کی بیٹیوں کے نام سے کھڑی کی گئی تھیں گرادی گئیں۔ اور ان کی جگہ خدائے واحد وقہار کی عبادت گاہیں کھڑی کی گئیں۔ وہ کنوئیں جو فرشتوں کے گناہوں کی یادگار تھے اجاڑ ہوگئے۔ زائرین نے ان کی زیارت ترک کر دی۔ مَیں نے دیکھا فرشتے خوش تھے۔ گویا ان کے لباسوں پر گندے چھینٹے پڑ گئے تھے جسے دھونے والے نے دھو دیا۔ میرے دِل سے پھر ایک آہ نکلی اور مَیں نے کہا یہ آواز ان فرشتوں کے لئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی۔

زمانہ کے لئے رحمت

میری نظر یہاں سے اُٹھ کر زمانہ کی طرف گئی۔ مَیں نے کہا وقت کتنا لمبا ہے؟ کب سے یہ فرشتے کام کر رہے ہیں؟ کب سے سورج اور اس کے ساتھ کے سیارے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں؟ کون بتاسکتا ہے کہ زمانہ جو کچھ بھی ہے اس نے کس قدر تغیرات دیکھے ہیں؟ کس طرح اور کب سے یہ خوشی اور غم کا پیمانہ بنا رہا ہے اگر وہ جاندار شے ہوتا تو ایک بے اندازہ زمانہ تک اللہ کی مخلوق کی خدمت میں لگا رہنے پر اُسے کس قدر فخر ہوتا؟ مَیں اسی خیال میں تھا کہ مجھے زمانہ کے چہرہ پر بھی دو داغ نظر آئے۔ مجھے کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے سُنائی دیئے کہ زمانہ غیر فانی ہے۔ زمانہ خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ابدی ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے سُنائی دیئے کہ زمانہ ظالم ہے۔ اس نے میرا فلاں رشتہ دار مار دیا۔ زمانہ بُرا ہے اس نے مجھ پر فلاں تباہی وارد کر دی۔ مَیں نے کہا اگر زمانہ زندہ شے ہوتی تو وہ ان باتوں کو سُن کر ضرور ملول ہوتا۔ مگر معًا وہی آواز پھر بلند ہوئی۔ اس نے کہا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ ہمارے آدمیوں کو مارتا اور تباہ کرتا ہے یا وہ خدا ہے۔ غلط کہتے ہیں۔ انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ مارنا اور جلانا تو خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ جب تک کسی چیز کو عمر دیتا ہے۔ وہ قائم رہتی ہے اور زمانہ اس کے ساتھ بمنزلہ ایک کیفیت کے رہتا ہے۔ اور پھر اس نے کہا۔ زمانہ کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی صفات کا ایک ظہور ہے۔ پس تم جو اسے گالیاں دیتے ہو۔ درحقیقت خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہو۔ میرا دل اس آواز والے کے اَور بھی قریب ہوگیا۔ اور مَیں نے محبت بھرے دِل سے کہا یہ آواز تو زمانے کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

زمین کے لئے رحمت

زمانہ سے ہٹ کر میری نگہ کرۂ ارض پر پڑی۔ مَیں نے کہا ہماری دنیا دوسرے کروں سے کچھ کم خوبصورت نہیں بلکہ بظاہر زیادہ ہے۔ کیونکہ وہاں سے تو صرف روشنی آتی ہے۔ اور یہاں روشنی کے علاوہ قسم قسم کے سبزے اور رنگ رنگ کے نظارے اور پھولوں سے ڈھنپی ہوئی بلند پہاڑیاں اور کلیلیں کرتی ہوئی ندیاں اور اچھلتے ہوئے چشمے اور سایہ دار وادیاں اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت اور پھولوں سے اَٹی ہوئی جھاڑیاں اور لہلہاتے ہوئے کھیت اور غلوں سے بھرے ہوئے کھلیان اور چہچہاتے ہوئے پرندے اور ناز و رعنائی سے بھاگتے ہوئے چوپائے۔ اور نہ معلوم کیا کیا کچھ بھرا پڑا ہے۔ مجھے اس وقت زمین کچھ ایسی خوبصورت نظر آئی کہ درندوں اور وحوش اور سانپوں اور بچھوؤں اور دوسرے زہریلے کیڑوں اور مچھروں اور طاعون کے چوہوں تک میں مجھے خوبصورتی ہی خوبصورتی نظر آنے لگی۔ مَیں نے خیال کیا کہ بیشک شیر وحشی جانور ہے اور کبھی کبھی انسانوں کو چیر پھاڑ کر کھاجاتا ہے۔ لیکن اگر شیر نہ ہوتا تو شیر افگن کہاں سے پیدا ہوتے۔ اگر بہادر شیر انسان کی بہادری کی آزمائش کے لئے نہ ہوتا تو بہادری کی آزمائش کا یہی ذریعہ رہ جاتا کہ لوگ بنی نوعِ انسان پر حملہ کرکے اپنی شجاعت کی آزمائش کرتے۔ اور یہ جانور تو زندہ ہی ہی نہیں مرکر بھی ہمارے کام آتا ہے۔ اس کی چربی اور اس کے ناخن اور اس کی کھال علاجوں اور زینت و زیبائش میں کیسی کار آمد ثابت ہوتی ہے۔

مجھے سانپ کے زہر سے زیادہ اس کے گوشت کے فوائد نظر آنے لگے۔ اور مَیں نے کہا کہ اگر سانپ نہ ہوتا تو ہمارے اطباء قرصِ افعی کہاں سے ایجاد کرتے؟ اور اگر بچھو نہ ہوتا تو یہ گردوں کی پتھریوں کے مریض اپریشن کے بغیر کس طرح آرام پاتے؟ مَیں نے مچھر کو صرف کثرتِ رطوبت کا ایک الارم پایا۔ بیچارا چھوٹا سا جانور کس طرح دن رات ہمیں بیدار کرتا اور بتاتا ہے کہ گھر میں نالیاں گندی رہتی ہیں۔ شہر کی بدروئیں میلے سے بھری رہتی ہیں۔ لوگ پانی جیسی نعمت یونہی ضائع کر رہے ہیں۔ غرض رات دن ہمیں اپنے مرض سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ جب ہم ہوشیار ہی نہیں ہوتے اور سُستی کا دامن نہیں چھوڑتے تو بیچارا غصہ میں آکر کاٹتا ہے۔ بیماری اتنی مچھر سے تو پیدا نہیں ہوتی جتنی کثرتِ رطوبت سے۔ جتنی گندی نالیوں کے تعفن سے۔ بدروؤں کی غلاظت اور بے احتیاطی سے پھینکے ہوئے پانیوں سے۔ غرض مجھے ہر شے میں اس کے پیدا کرنے والے کا حسن نظر آنے لگا۔ ہر ذرہ میں ازلی ابدی محبوب کی شکل نظر آنے لگی۔ مگر ناگاہ میری نظر آبادیوں کی طرف اُٹھ گئی۔ اور مَیں نے دیکھا کہ لوگ پہاڑیوں۔ درختوں۔ پتھروں۔ دریاؤں۔ جانوروں کے آگے سجدے کر رہے ہیں۔ اور مغز کو بھول کر چھلکے پر فدا ہو رہے ہیں۔ میری طبیعت منقبض ہوگئی۔ اور میرا دل متنفر ہوگیا۔ اور مجھے شیر۔ سانپ۔ بچھو تو الگ رہا۔ مصفّٰی پانی میں بھی لاکھوں کیڑے نظر آنے لگے۔ اور سبزہ زار مرغزاروں سے بھی سڑے ہوئے سبزے کی دماغ سوز بُو آنے لگی۔ اور مَیں نے دیکھا کہ یہ زمین تو ایک دن رہنے کے قابل نہیں۔ مجھے یوں معلوم ہؤا گویا یہاں کی ہر شے مُردہ ہے۔ اور اس کے نظارے ایک بدکار بڑھیا کی مانند ہیں کہ باوجود ہزاروں بناوٹوں اور تزئینوں کے اس کی بدصورتی اور بدسیرتی چھپ نہیں سکتی۔ مگر مَیں اسی حالت میں تھا کہ پھر وہی آواز بلند ہوئی۔ پھر وہی شیریں دِل میں چُبھ جانے والی آواز اونچی ہوئی۔ اور اس نے کہا یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے پہاڑ اور اس کے دریا اور اس کے چرند اور اس کے پرند اور اس کے میوے اور اس کے غلے سب کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اعمال میں تنوع پیدا ہو۔ اور وہ ان امانتوں کے بہترین استعمال سے اپنے پیدا کرنے والے کا قرب حاصل کرے۔ اِس زمین کی اچھی نظر آنے والی اور بظاہر بُری نظر آنے والی سب اشیاء انسان کے لئے آزمائش ہیں پس مبارک ہے وہ جو ان سے فائدہ اٹھاتا اور اپنے پیدا کرنے والے کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اِس آواز کا بلند ہونا تھا کہ یوں معلوم ہؤا۔ گویا اس دُنیا کے ذرہ ذرہ کے سر پر سے بوجھ اتر گیا۔ یہی جہان ایک جنت نظر آنے لگا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگلے جہان کی جنت اِس جنت کا ایک تسلسل ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ بہت سے لوگ جنہوں نے اس آواز کو سُنا اپنی غلطیوں سے پشیمان ہوکر شرک وبدعت سے توبہ کرکے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر دنیا خدا کے جلال کا ظہورگاہ بن گئی۔ پھر کسی کی تجلیاں اس میں نظر آنے لگ گئیں۔ اور مَیں نے ایک آہ بھر کر کہا کہ یہ آواز ہماری زمین کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

اِنسانیت کے لئے رحمت

جب مَیں نے تمام مخلوقات میں سے انسان کی عبادتوں کو دیکھا اور اس کی غلطیوں کے ساتھ اس کی توبہ پر نظر کی اور اس کی ناکامیوں کے ساتھ اس کی متواتر جدّ وجہد کا معائنہ کیا تو میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ اور مَیں نے کہا اِس خوبصورت دُنیا میں ایسی اچھی مخلوق کیسی بھلی معلوم دیتی ہے۔ کس طرح دِل کھینچتی ہے۔ مگر جب مَیں اس سرور سے متکیف ہو رہا تھا یکدم میری نگہ چند لوگوں پر پڑی جنہوں نے سیاہ جُبّے پہن رکھے تھے جن کی بڑی بڑی ڈاڑھیاں اور موٹی موٹی تسبیحیں اور سنجیدہ شکلیں انہیں مذہبی علماء ثابت کر رہی تھیں۔ ان کے گرد ایک جمگھٹا تھا۔ کثرت سے لوگ ان کی باتوں کو سُنتے اور ان سے متأثر ہوتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کے اکثر لوگ ان کی توجہ کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ ان کے چہروں سے حلم کے آثار ظاہر تھے اور ان کی باتوں سے درد اور محبت کی بو آتی تھی۔ انہوں نے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا کہ اے بدبخت انسانو! تم کیوں خوش ہو؟ آخر کس امید پر تم جی رہے ہو؟ کیا تم کو اس جہنم کے گڑھے کی خبر نہیں جو تمہارے آباء نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے۔ وہ نہ بجھنے والی آگ جو گندھک سے بھڑک رہی ہے۔ وہ تاریکی جس کے سامنے اس دنیا کی تاریکیاں روشنی معلوم ہوتی ہیں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ پھر تم کیوں خوش ہو؟ تم کس مُنہ سے نجات کے طالب ہو۔ اور تمہارا دل کس طرح اس کی تمنا کرسکتا ہے۔ تم نہیں سمجھتے کہ پاک اور ناپاک کا جوڑ نہیں؟ اور ماضی کا بدلنا کسی کے اختیار میں نہیں۔ تم میں سے کون ہے کہ جو کہے کہ وہ پاک ہوسکتا ہے؟ کیونکہ شریعت پاک نہیں ناپاک کرتی ہے۔ حکم فرمانبردار نہیں نافرمان بناتا ہے۔ کون ہے جو تمام حکموں پر عمل کرسکتا ہے؟ اور جس نے ایک ادنیٰ سے حکم کی بھی نافرمانی کی، وہ باغی بن گیا۔ کیا عمدہ سے عمدہ شے کو ایک قطرہ ناپاکی کا ناپاک نہیں کر دیتا؟ پھر تم کس طرح خیال کرسکتے ہو کہ تم پاک ہو یا پاک ہوسکتے ہو؟ کیا تم کو یاد نہیں کہ تمہارے باپ آدمؑ نے گناہ کیا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو بھول گیا۔ اور شیطان نے اس کو اور اس کی بیوی حوا کو جو تمہاری ماں تھی ورغلایا اور گنہگار کر دیا۔ تم جو اُن کی اولاد ہو کس طرح خیال کرسکتے ہو کہ ان کے گناہ کے ورثہ سے حصّہ نہ لوگے؟ کیا تم اُمید کرتے ہو کہ ان کی دولت پر تو تم قابض ہوجاؤ اور ان کے قرضے ادا نہ کرو؟ ان کی نیکیاں تو تم کو مل جائیں اور اُن کے گناہ میں تم حصہ دار نہ بنو؟ اور جب گناہ تم کو ورثہ میں ملا ہے تو تم اس ورثہ کی لعنت سے بچ کیونکر سکتے ہو؟ تم خیال کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم کو معاف کر دے گا؟ نادانو! تم کو یاد نہیں کہ وہ رحم کرنیوالا بھی ہے اور عدل کرنے والا بھی؟ اس کا رحم اس کے عدل کے مخالف نہیں چل سکتا۔ پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری خاطر اپنے عدل کو بھول جائے؟

مَیں نے دیکھا ان کی تقریروں میں مایوسی کی لہر اس قدر زبردست تھی کہ امیدوں کے پہاڑوں کو اُڑا کر بہا لے گئی۔ جو چہرے خوشیوں سے تمتمارہے تھے حرمان و یاس سے پژمردہ ہوگئے۔ دُنیا اور اس کے باشندے ایک کھلونا اور وہ بھی شکستہ کھلونا نظر آنے لگے۔ مگر ذرہ سانس لے کر ان علماء نے پھر گرج کر لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا۔ مگر تم مایوس نہ ہو کہ جہاں تمہاری امیدوں کو توڑا گیا ہے وہاں ان کے جوڑنے کا بھی انتظام موجود ہے۔ اور جہاں ڈرایا گیا ہے وہاں بشارت بھی مہیا کی گئی ہے۔ خدا کے عدل نے تم کو سزا دینی چاہی تھی مگر اس کے رحم نے تم کو بچالیا۔ اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دُنیا میں بھیجا کہ تا وہ بے گناہ ہوکر صلیب پر لٹکایا جائے اور سچا ہوکر جھوٹا قرار پائے۔ چنانچہ وہ مسیح کی شکل میں دُنیا میں ظاہر ہؤا اور یہود نے اسے بلا کسی گناہ کے صلیب پر لٹکا دیا۔ اور وہ تمام ایمان لانے والوں کے گناہ اٹھاکر ان کی نجات کا موجب ہؤا۔ پس تم اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہ اٹھالیگا۔ اس طرح خدا کا عدل بھی پورا ہوگا اور رحم بھی اور دُنیا نجات پاجائے گی۔ مَیں نے دیکھا کہ مایوسی پھر دور ہوگئی اور لوگ خوشیوں سے اُچھلنے لگے۔ اور ساری دنیا نے ایسی خوشی کی جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اور لوگ آئے اور صلیب کو جو اُن کی نجات کا موجب ہوئی روتے ہوئے چمٹ گئے۔ وہ بیتاب ہوکر کبھی اس کو بوسہ دیتے اور کبھی اس کو سینہ سے لگاتے اور ایک دیوانگی کے جوش سے انہوں نے اس چیز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن مَیں نے دیکھا کہ اس جوش کے سرد ہونے پر بعض لوگ سرگوشیاں کر

رہے تھے۔ اور آپس میں کہتے تھے کہ یہ تو بیشک معلوم ہوتا ہے کہ گناہ سے انسان نہیں بچ سکتا لیکن امید کا پیغام کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر خدا کے لئے عادل ہونا ضروری ہے تو اس کا بیٹا بھی ضرور عادل ہوگا اور اگر گناہ گار کے گناہ کو معاف کرنا عدل کے خلاف ہے تو بیگناہ کو سزا دینا بھی تو عدل کے خلاف ہے۔ پھر کس طرح ہُوا کہ خدا کے بیٹے نے دوسروں کے گناہ اپنے سر پر لے لئے اور خدا نے اس بے گناہ کو پکڑ کر سزا دیدی؟ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ موت کو تو گناہ کی سزا بتایا گیا تھا۔ جب گناہ نہ رہا تو موت کیونکر رہ گئی؟ گناہ کے معاف ہونے پر موت بھی تو موقوف ہوجانی چاہیئے تھی۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو اب بھی گناہ سرزد ہوجاتے ہیں۔ اگر ورثہ کا گناہ دور ہوگیا تھا تو گناہ ہم سے باوجود بچنے کی کوشش کے کیوں ہوجاتا؟ جب بعض دوسروں نے ان کو دلیری سے یہ کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا کہ ہم سے بھی اور ہم سے بھی؟

پھر مَیں نے عالمِ خیال میں دیکھا کہ اُن لوگوں نے کہا کہ خدا نے ہم کو کیوں پیدا کیا؟ انسانیت جو اس قدر اعلیٰ شے سمجھی جاتی تھی کیسی ناپاک ہے؟ کس طرح گناہ سے اس کا بیج پڑا۔ اور گناہ میں اس نے پرورش پائی۔ اور گناہ ہی اس کی خوراک بنی اور گناہ ہی اس کا اوڑھنا اور بچھونا ہُوا۔ ایسی ناپاک شے کو وجود میں لانے کا مقصد کیا تھا؟ یہ جنت کیا شے ہے اور کس کیلئے ہے؟ کیونکہ ہم کو مایوسی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور دوزخ کے سوا کسی شئے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ وہ انہی فکروں میں تھے کہ پھر وہی شیریں اور مست کر دینے والی آواز جو کئی بار پہلے دنیا کے عقدے حل کر چکی تھی۔ بلند ہوئی۔ پھر اس آواز کی صداؤں سے پُر کیف نغمے پیدا ہوکر دنیا پر چھاگئے۔ پھر ہر شخص گوش بآواز ہوگیا۔ پھر ہر دل رجاء و امید کے جذبات سے دھڑکنے لگا۔ وہ آواز بلند ہوئی۔ اور اس نے دُنیا کو اس بارہ میں ایک طویل پیغام دیا۔ جس کے مطلب اور مفہوم کو مَیں اپنے الفاظ میں اور اپنی تمثیلات سے ادا کرتا ہوں۔ اس نے کہا جو کسی کے دل میں ناامیدی پیدا کرتا ہے اور اس کے ہلاک کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ایمان کی کیفیت خوف و امید کی چار دیواری کے اندر ہی پیدا ہوسکتی ہے اور وہ بھی تب جب امید کا پہلو خوف پر غالب ہو۔ پس جو امید کو دُور کرتا ہے وہ گناہ کو مٹاتا نہیں بڑھاتا ہے اور خطرہ کو کم نہیں زیادہ کرتا ہے۔ آدم نے بے شک خطا کی لیکن وہ ایک بھول تھی۔ دیدہ و دانستہ گناہ نہ تھا۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ باپ جو کچھ کرے بیٹے کو اس کا ورثہ ملے۔ اگر یہ ہوتا تو جاہل ماں باپ کے لڑکے ہمیشہ جاہل رہتے۔ اور عالموں کے عالم۔ مسلول ماں باپ کے بچے ہمیشہ مسلول نہیں ہوتے۔ نہ کوڑھیوں کے بچے ہمیشہ کوڑھی ہوتے ہیں۔ بعض باتوں میں ورثہ ہے اور بعض میں ورثہ نہیں۔ اور جہاں ورثہ ہے وہاں بھی خدا تعالیٰ نے ورثہ سے بچنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اگر ورثہ سے بچنے کے سامان نہ ہوتے تو تبلیغ اور تعلیم کا مقصد کیا رہ جاتا ہے؟ کافروں کے بچوں کا ایمان لے آنا بتاتا ہے کہ ایمان کے معاملہ میں

خدا تعالیٰ نے ورثہ کا قانون جاری نہیں کیا۔ اگر اس میں بھی ورثہ کا قانون جاری ہوتا تو مسیح کی آمد ہی بے کار جاتی۔ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو دیگر طاقتیں دیکر پیدا کیا ہے۔ پھر بعض انسان ان طاقتوں کو ترقی دیتے ہیں۔ اور کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اور بعض ان کو پاؤں میں روند دیتے ہیں۔ اور نامراد ہوجاتے ہیں۔ قانون شریعت بیشک سب کا سب قابلِ عمل ہے۔ لیکن نجات کی بنیاد عمل پر نہیں ایمان پر ہے جو فضل کو جذب کرتا ہے عمل اس کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور نہایت ضروری۔ لیکن پھر بھی وہ تکمیل کا ذریعہ ہے اور ذریعہ کی کمی سے چیز کا فقدان نہیں ہوتا۔ بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے لیکن پانی سے وہ بڑھتا ہے۔ ایمان بیج ہے اور عمل پانی۔ جو اسے اوپر اٹھاتا ہے۔ خالی پانی سے درخت نہیں اُگ سکتا۔ لیکن بیج ناقص ہو اور پانی میں کسی قدر کمی ہوجائے تب بھی درخت اُگ آتا ہے۔ کسان ہمیشہ پانی دینے میں غلطیاں کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے کھیت مارے نہیں جاتے۔ جب تک بہت زیادہ غلطی نہ ہوجائے انسانی عمل ایمان کو تازہ کرتا ہے اور اس کی کمی اس میں نقص پیدا کرتی ہے۔ لیکن اس کی ایسی کمی جو شرارت اور بغاوت کا رنگ نہ رکھتی ہو اور حد سے بڑھنے والی نہ ہو ایمان کی کھیتی کو تباہ نہیں کر سکتی۔ اور شرارت و بغاوت بھی ہو تو خدا کا عدل توبہ کے راستہ میں روک نہیں۔ عدل اس کو نہیں کہتے کہ ضرور سزا دی جائے۔ بلکہ اس کو کہتے ہیں کہ بے گناہ کو سزا نہ دی جائے۔ پس گنہگار کو رحم کرکے بخشنا اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کے مخالف نہیں۔ عین مطابق ہے۔ اگر عدل کے معنے یہ ہوں کہ ہر عمل کی عمل کے برابر جزا ملے۔ تو بخشش اور نجات کے معنے ہی کیا ہوئے؟ اس طرح تو نہ صرف گناہ کا بخشنا عدل کے خلاف ہوگا بلکہ عمل سے زیادہ جزا دینا بھی عدل کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ عدل کے معنی برابر کے ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہو تو کسی شخص کو اس کی عمر کے برابر ایام کے لئے ہی نجات دی جاسکتی ہے۔ اور وہ بھی اس کے اعمال کے وزن کے برابر۔ مگر اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ پھر نہ معلوم خدا تعالےٰ کی رحمت کو اس مسئلہ سے کیوں محدود کیا جاتا ہے؟ اس نے کہا خدا مالک ہے اور مالک کے لئے انعام اور بخشش میں کوئی حد بندی نہیں۔ وہ بیشک وزن کرتا ہے۔ لیکن اس کا وزن اس لئے ہوتا ہے کہ کسی کو اس کے حق سے کم نہ ملے۔ نہ اس لئے کہ اس کے حق سے زیادہ نہ ملے۔ مسیح بیشک بیگناہ انسان اور خدا کا رسول تھا لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ وہ دوسروں کا بوجھ اٹھالیگا۔ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنی صلیب خود ہی اٹھانی ہوگی۔ اور جو خود اپنی صلیب نہ اٹھا سکے گا وہ نجات بھی نہ پا سکے گا۔ سوائے اس کے کہ خدا کے فضل کے ماتحت اس کی بخشش ہو۔ اور خدا تعالیٰ خود کسی کا بوجھ اُٹھالے۔ پس یہ مت کہو کہ انسان فطرتاً ناپاک ہے۔ ہاں وہ جو خدا کی دی ہوئی خلعت کو خراب کردے وہ ناپاک ہے۔ ورنہ خدا کے بندے اس کے قرب کے مستحق ہیں اور قرب پاکر رہیں گے۔

مَیں نے دیکھا اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ دلوں کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ خالق اور مخلوق کے تعلقات روشن

ہوگئے۔ اور مایوسیاں امید میں بدل گئیں۔ لیکن ساتھ ہی خشیتِ الٰہی امید کے ہم پہلو آکر بیٹھ گئی۔ اور ہر غلط اتکال اور نامناسب استغناء کا دروازہ بند ہوگیا جو ہمت ہار بیٹھے تھے وہ از سرِ نو شیطان سے آزادی کی جدوجہد میں لگ گئے۔ اور جو حد سے زیادہ امید لگائے بیٹھے تھے اور دوسروں پر اپنا بوجھ لادنے کی فکر میں تھے انہوں نے دوڑ کر اپنے بوجھ اپنے کاندھوں پر رکھ لئے۔ دُنیا کی بے چینی دُور ہوگئی۔ اور اطمینان دلوں میں خیمہ زن ہوگیا۔ اور اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ انسانیت خوشی سے اچھل رہی تھی۔ میرے دل سے پھر اک آہ نکلی۔ ویسی ہی جیسے ایک معشوق سے دور پڑے ہوئے عاشق کے سینے سے نکلتی ہے۔ مَیں نے دور افق میں بعد زمانی کی غیر متناہی روکوں کو دیکھا اور حسرت سے سر نیچے ڈال دیا۔ پھر جذبات سے بھرے ہوئے دل سے میری زبان سے یہ نکلا۔ یہ آواز انسانیت کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

نسلِ انسانی کے لئے رحمت

میرے دل میں خیال گذرا کہ جس طرح یہ آواز انسانیت کے لئے رحمت ثابت ہوئی ہے۔ کیا انسانوں کے لئے بھی رحمت ہے؟ کیا انسان جسمانی لحاظ سے بھی اس سے کوئی نفع حاصل کرتا ہے اور اس کا محتاج ہے مَیں اسی خیال میں تھا کہ مَیں نے دیکھا کچھ لوگ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں اور رات اور دن اسی حالت میں عبادت کرتے ہیں۔ اور مَیں نے کچھ اور کو دیکھا کہ سخت سردی میں سرد پانیوں میں کھڑے ہوکر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہیں اور ایک اور جماعت کو مَیں نے گرمی میں بڑے بڑے الاؤ جلاکر ان میں بیٹھے ہوئے یادِ محبوب میں ہوش و حواس سے گم پایا۔ اور بعض کو مَیں نے دیکھا کہ انہوں نے عہد کر لیا کہ ہم شادیاں نہیں کریں گے۔ اور عورت خاوند کا اور مرد بیوی کا مُنہ نہ دیکھے گا۔ اور بعض نے کہا۔ وہ اچھی چیزیں نہیں کھائیں گے بلکہ ہر سال اپنی مرغوب اشیاء میں سے بعض کو ترک کرتے چلے جائیں گے۔ مَیں نے ان لوگوں کو اس حال میں دیکھا۔ اور میرا دل تردد میں پڑگیا۔ ایک طرف ان کی شاندار قربانی مجھے ان کی قدردانی پر مائل کرتی تھی۔ اور دوسری طرف میرا دل سوال کرتا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ نے تمام حسن اور خوبی اس لئے پیدا کی ہے کہ اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور اسے ترک کیا جائے؟ اور کیا اس سے خود اللہ تعالےٰ پر اعتراض نہیں آتا کہ اس نے سب کچھ سلبی فائدے کے لئے پیدا کیا ہے؟ اور حقیقی فائدے کے لئے کچھ بھی نہیں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ مَیں نے پھر وہی آواز بلند ہوتی ہوئی سُنی۔ مجھے یوں معلوم ہُوا کہ جیسے اس آواز کے مالک کی نگاہ دلوں کی گہرائیوں تک پہنچتی ہے۔ اور انسانی فطرت کی گہرائیاں اس پر روشن ہوجاتی ہیں۔ یا جیسے کوئی دلوں کی واقف اور انسانی خواہشات سے آگاہ ہستی سب کچھ دیکھ کر اُسے بتاتی جاتی ہے۔ اور مَیں نے اس آواز کو جس کی شیرینی کو کوئی شیرینی نہیں پہنچ سکتی۔ اور جس کی دلکشی کے بالمقابل دُنیا کے سارے راگ بے لطف نظر

آتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے سُنا۔ کہ نادانو! تمہارے ظاہر کا تقدس تمہارے کام نہیں آسکتے تقدس یہ نہیں کہ تم اپنے جسم کو تکلیف دو۔ تقدس یہ ہے کہ تمہارے دل صاف ہوں اور بہادر وہ نہیں جو مخالفت سے خائف ہوکر بھاگ جائے۔ بہادر وہ ہے جو مخالفت کے میدان میں کھڑا ہوکر دشمن کی بات تسلیم نہ کرے۔ خدا نے جس چیز کو پاک بنایا ہے اس سے گناہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ گناہ تو خدا کے بنائے ہوئے حدود کو توڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اے نادانو! کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ نے صرف تم پر اپنے ہی حق تو مقرر نہیں کئے۔ جب اس نے تم کو مدنی الطبع بنایا ہے تو اس نے تم پر اپنے دوستوں کے بھی حق رکھے ہیں۔ اور اپنے ہمسایوں کے بھی اور اپنی قوم کے بھی بلکہ اپنے نفس کے بھی حق رکھے ہیں۔ تم ان سب حقوق کو چھوڑ کر اگر رہبانیت کی زندگی بسر کرتے ہو تو تم ایک نیکی کے ارادے سے بہت بدیوں کے مرتکب ہوتے ہو۔ اور گناہ کی دلدل سے نکلنے کی بجائے اس میں اور بھی پھنس جاتے ہو۔ تمہارا شادیاں نہ کرنا تم میں عفت نہیں پیدا کرتا۔ اگر نسلِ انسانی کے فنا کا ہی نام نیکی ہوتا تو خدا تعالےٰ انسان کو پیدا ہی کیوں کرتا؟ کیا تم اس کام میں نقص نکالتے ہو جو خدا تعالیٰ نے کیا؟ اور اس کی پیدائش میں تغیر کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ نیکی یہ نہیں کہ تم نفس کو بلاوجہ دکھ دو۔ اور دروازوں کی موجودگی میں دیواریں پھاند کر آؤ۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی بنائی ہوئی حدبندیوں کے اندر استعمال کرو تا تمہارے اندر صالح خون پیدا ہو۔ اور تم نیک اعمال پر قادر ہوجاؤ۔

مَیں نے دیکھا یہ بات اس قدر خوبصورت اور یہ نصیحت ایسی پاکیزہ تھی کہ انسانوں کے مُرجھائے ہوئے چہروں پر رونق آگئی اور وہ وحشت زدہ مخلوق جو اپنے سایوں سے بھی ڈر کر بھاگتی تھی اس نے پھر انسانیت کا جامہ پہن لیا۔ اور خدا کی بنائی ہوئی خوبصورتی کو ایک نئی نگہ سے دیکھنا شروع کیا۔ وہ جو ہر شے کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور ہر حُسن میں شیطان کا ہاتھ پوشیدہ دیکھتے تھے اور دُنیا کو دشمنوں سے گھرا ہُوا خیال کرتے تھے اور اپنے آپ کو تن تنہا سمجھتے ہوئے بوکھلائے ہوئے پھرتے تھے۔ مَیں نے دیکھا ان کے چہروں سے اطمینان ظاہر ہونے لگا۔ بجائے ہر چیز کو زہر خیال کرنے کے تریاق کی خوبیاں بھی انہیں نظر آنے لگیں۔ اور بجائے اپنے آپ کو دشمنوں میں گھرا ہُوا محسوس کرنے کے وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر اُن کے مددگار پیدا کئے ہیں اور ہر پڑاؤ پر ان کی رہنمائی کے لئے علامتیں لگائی گئی ہیں۔ تب انہوں نے اپنی جلد بازیوں پر ندامت کا اظہار کیا۔ اور اپنی بے وقوفیوں پر افسوس کیا۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے کہ اس نے دُنیا کو ہمارے دشمنوں سے نہیں بھرا بلکہ دوستوں سے معمور کیا ہے۔ اور شکر و امتنان کے جذبہ سے متأثر ہوکر اپنے مُربّی اور اپنے ہادی کے آگے سجدہ میں گر گئے۔ میرے دل سے اس پر پھر ایک آہ نکلی اور مَیں نے کہا کہ یہ آواز نسلِ انسانی کے لئے

بھی رحمت ثابت ہوئی۔

گذشتہ انبیاء کیلئے رحمت

جب میں نے محسوس کر لیا کہ انسان فطرۃً نیک ہے اور اس میں اعلیٰ ترقیات کے جوہر مخفی ہیں اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں غیر محدود ہیں تو میں نے کہا کہ آؤ دیکھیں انسان نے کیسے کیسے باکمال وجود پیدا کئے ہیں۔ اور نسلِ انسانی کے اعلیٰ نمونوں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ انہوں نے کن کن کمالات کو حاصل کیا ہے اور کن بلندیوں تک پرواز کی ہے۔ اور میں عالمِ خیال میں ہندوؤں کی طرف مخاطب ہوا۔ اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ سب سے قدیم قوم ہیں۔ اور آپ کا مذہب سب سے پرانا ہے۔ کیا آپ کے مذہب میں کوئی باکمال لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں؟ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ ہندو قوم میں بڑے بڑے باکمال لوگ گزرے ہیں۔ میرے سامنے انہوں نے ویدوں کے رشیوں کی تعریف کی۔ منوجی کی خبر دی۔ بیاس جی سے آشنا کیا۔ کرشن جی کے حالات سنائے۔ رام چندر جی کے واقعات سے آگاہ کیا۔ اور میرا دل ان کی باتوں کو سن کر اور ان کی دنیا کو نیک بنانے کی جدوجہد کو معلوم کر کے بہت ہی لطف آیا۔ تب میں نے ان سے سوال کیا۔ آپ کے ہمسایہ میں بدھ مت والے بستے ہیں۔ کچھ ان کے بانی کی نسبت بھی مجھے خبر دیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو ایک دھوکا خوردہ انسان تھے کچھ ایسے خدا رسیدہ آدمی نہ تھے۔ میں نے کہا کسی اور قوم کے بزرگ کا حال بتائیں۔ لیکن انہوں نے یہی کہا کہ ہمارا مذہب سب سے قدیم ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے سب ہدایت ہمارے بزرگوں کی معرفت دنیا کو دیدی ہے اس کے بعد اسے کسی اور الہام کے بھیجنے اور معرفت کا راستہ بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تب میں بدھ مت والوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے اس مذہب کے بانی کے حالات پوچھے۔ انہوں نے بدھ جی کے جو حالات سنائے۔ وہ ایسے دلکش اور مؤثر تھے۔ کہ میرا دل بھر آیا۔ اور ان کی محبت میرے دل میں گڑ گئی۔ اور میں نے کہا کہ آپ کے مذہب کے بانی واقعہ میں بڑے آدمی تھے انہوں نے خود دکھ برداشت کئے۔ اور دوسروں کو سکھ دئے۔ خود تکالیف برداشت کیں۔ اور دوسروں کو آرام پہنچایا اپنی زندگی کی ہر گھڑی کو بنی نوع انسان کی خیر خواہی میں صرف کیا۔ ان کے حالات بالکل کرشن جی اور رام چندر جی کی طرح کے ہیں۔ اور وہ بھی انہی کی طرح آسمانِ روحانیت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ پھر نہ معلوم ہندو لوگ ان کو کیوں اچھا نہیں سمجھتے اور ان کے حسن کی قدر نہیں کرتے: انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو غلطی لگی ہے۔ ہمارے گوتم بدھ اور رام چندر جی اور کرشن جی میں کوئی مناسبت نہیں۔ آپ جو کچھ کرشن جی اور رام چندر جی کی نسبت سنتے ہیں وہ تو قصے اور کہانیاں ہیں۔ ہندوؤں کے بزرگ ہمارے مذہب کے بانی کی حقیقت تک کہاں پہنچ سکتے تھے؟ میں نے ہر چند اصرار کیا کہ دونوں قوموں کے بزرگوں کے حالات آپس میں مشابہ ہیں اور ان کے مخالفوں کے بھی۔ لیکن بدھ مت کے لوگ نہ مانے اور نہ مانے۔ اور میں زردشتیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ کیا ان میں بھی کوئی بزرگ گزرا ہے؟ زردشتیوں نے اپنے بزرگ زردشت کے احوال سنائے۔ جن کو سن کر میرے دل کی کلی کھل گئی۔ اور میرا سینہ خوشی سے بھر گیا کیونکہ اس مردِ نیک سیرت کی زندگی ایک اعلیٰ درجہ کا سبق تھی۔ بدی کے خلاف اس کی جدوجہد نیکی کے قیام کے لئے اس کی مساعی بندوں کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیر لانے کے لئے اس کی تگ و دو کچھ ایسی شاندار تھی کہ منجمد خون میں بھی حرارت پیدا ہوتی تھی۔ ساکن دل بھی حرکت کرنے لگتا تھا۔ میں نے ان کے احوال معلوم کئے اور بہت ہی فائدہ حاصل کیا۔ میں نے کہا۔ وہ بالکل کرشن۔ رامچندر۔ بدھ کا نمونہ تھے اور واقع میں اس قابل کہ ان کے نمونہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ان کے ماننے والوں نے اس بات کو بہت ہی برا مانا۔ اور اس قول میں اپنے بزرگ سردار کی ہتک محسوس کی اور کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ہندوؤں کا تعلق تو بد ارواح سے ہے۔ آپ نے نہیں سنا کہ ان کا تعلق دیوتے سے ہے اور اندر سے۔ اور اگر آپ ہماری کتب پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بد ارواح کے نام ہیں۔ پھر آپ نے کس طرح ان لوگوں کے بزرگوں کو ہمارے آقا سے مشابہت دی۔ میری حیرت جو دوسری اقوام کے رویّہ سے پہلے ہی ترقی پر تھی۔ اور بھی بڑھ گئی۔ اور میں تعجب و حیرت سے دوسری قوموں کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے یہود کو مخاطب کیا اور ان سے ان کے بزرگوں کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے ایک لمبا سلسلہ بزرگوں کا پیش کیا انہوں نے دنیا کی ابتداء آدم سے بیان کی۔ اور نوحؑ کے طوفان اور اس کی فتوحات کا ذکر کیا۔ پھر ابراہیمؑ اور اس کی کامیابیوں اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ اور داؤدؑ اور یسعیاہؑ اور عزراؑ اور ان کے علاوہ بیسیوں اور بزرگوں کے کارناموں کا ذکر کیا۔ انہوں نے خصوصیت سے موسیٰؑ کا ذکر کیا۔ کہ وہ بہت بڑے نبی تھے۔ اور ان کے ذریعہ سے دنیا میں شریعت تکمیل کو پہنچی۔ اور انہوں نے کہا کہ ان کی شریعت کے احکام ایسے کامل ہیں کہ جب تک زمین اور آسمان قائم ہیں کوئی شخص ان کا ایک شوشہ بھی مٹا نہیں سکتا۔ میں نے دیکھا اس سلسلہ میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور داؤدؑ خاص شان کے انسان تھے۔ ابراہیمؑ کے حالات تو ایسے تھے کہ دل محبت اور پیار کے جذبات سے لبریز ہو جاتا تھا۔ اور موسیٰؑ کی قومی تربیت کی جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایک بچہ کی سی سادگی کے ساتھ رجوع ایسا دلکش نظارہ تھا کہ وہاں سے ہلنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ مگر داؤدؑ کا عشق بھی کچھ کم ولولہ انگیز نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ داؤدؑ کے ہر ذرہ میں محبت کی بجلی سرایت کر گئی تھی۔ اور ان کی آواز کی ہر لہر میں موسیقی کی روح ناچتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ان کے دردانگیز نوحے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کی گہرائیوں کا پتہ دیتے تھے۔ بلکہ ان کے عشقیہ گیتوں میں ایک ایسے معشوق کی محبت کا بھی اظہار تھا جو ابھی دنیا میں پیدا نہ ہوا تھا مگر اہلِ بصیرت لوگوں کو اس کی انتظار تھی اور وہ اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اس کے عاشق ہو رہے تھے۔ مجھے موسیٰؑ کی تورات میں بھی یہ جھلک نظر آئی۔ مگر وہاں ایک فلسفی بولتا ہوا مجھے دکھائی دیا اور داؤدؑ کے نغموں میں عشق کا ترنم اور محبت کا سوز پایا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، داؤدؑ نے ایک ہی وقت میں سورج چاند کو دیکھا کبھی ایک کے جلال کو دیکھتے اور کبھی دوسرے کے جلال کو وہ ایک کی قوتِ عاکسہ پر عشق کرتے تو دوسرے کی قوتِ منعکسہ پر۔

میری روح یہود کے بزرگوں کے حالات معلوم کر کے بیحد مسرور ہوئی۔ اور اس نے خیال کیا یہاں سے مجھے میری بےچینی کا علاج ملے گا۔ اور اس نے ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کا خیال ہندوؤں اور بدھوں اور زردشتیوں کے بزرگوں کے متعلق کیا ہے؟ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے بھی مجھے یہ جواب دیا کہ آپ ان لوگوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ وہ سب گمراہ لوگ تھے۔ الہام تو صرف عبرانی میں ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی زبان بھی عبرانی ہے اور جنت کی زبان بھی عبرانی ہے۔ اور فرشتے بھی عبرانی زبان ہی بولتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا دعویٰ تو سنسکرت اور پراکرت اور پہلوی زبانوں میں الہام کا ہے۔ ان کے دعوے تو بالبداہت غلط ہیں۔ بعض لوگوں نے احتجاج کیا کہ شیطان کی زبان بھی تو آپ کے نزدیک عبرانی تھی پھر جب شیطان سنسکرت پراکرت اور پہلوی جاننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈال دیتا تھا تو فرشتے نیک باتیں کیوں نہیں ڈال سکتے تھے؟ اور جبکہ وہ لوگ بھی خدا تعالیٰ کی مخلوق تھے تو ان کے لئے خدا تعالیٰ نے کیا کیا؟ مگر انہوں نے ان باتوں کی طرف توجہ نہ کی۔ اور کہا سب مخلوق ایک سی نہیں ہوتی۔ ہم خدا کی چنیدہ قوم ہیں۔ ہم اور دوسرے برابر نہیں ہو سکتے۔ میرا دل پھر اندر ہی اندر بیٹھنے لگا۔ مجھے پھر نور غائب ہوتا ہوا اور تاریکی پھیلتی ہوئی نظر آئی۔ اور میں افسردہ دل سے مسیحیوں کی طرف مخاطب ہوا۔ میں نے عالمِ خیال میں ان سے بھی مسیح کے متعلق سوال کیا۔ اور انہوں نے جو حالات ان کے سنائے وہ ایسے دردناک تھے کہ میری آنکھوں میں بار بار آنسو آ جاتے تھے۔ میں نے کہا بیشک یہ بزرگ بھی بالکل دوسری اقوام کے بزرگوں کی طرح بہت بڑے پایہ کے تھے۔ مگر میری اس بات سے خوش ہونے کی بجائے وہ لوگ ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ دوسرے بزرگوں کا ذکر نہ کریں۔ یہود سے باہر تو کوئی بزرگ ہوا ہی نہیں۔ اور یہود کے بزرگ بھی گو خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ مگر سب کے سب گنہگار تھے۔ آدمؑ سے لیکر ملاکیؑ تک بلکہ یحییٰؑ تک۔ ایک بھی پاک نفس نہیں گزرا۔ پاکیزگی صرف خدا تعالیٰ کے بیٹے کو حاصل ہے جو مسیح کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ میں نے کہا اور باقی قومیں؟ انہوں نے کہا وہ مسیح پر ایمان لا کر بچ سکتی ہیں میں نے کہا مسیح کے بعد کے لوگ تو اس طرح بچ سکتے ہیں۔ پہلے لوگ کرشن۔ رامچندر۔ بدھ اور زردشت جیسے لوگ؟ وہ نیکیوں کے مجسمے وہ تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویریں ان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے افسوس سے سر ہلایا اور کہا۔ کوئی ہو۔ نجات وہی پائے گا جو مسیح کی بیگناہ موت پر ایمان لاتا ہے چونکہ مسیح کی قوم آخری قوم تھی۔ میرا دل مایوسی سے بھر گیا۔ اور میں نے کہا خدایا یہ کیا بات ہے تو نے حسن ہر جگہ پیدا کیا ہے لیکن ہر جگہ کی قوم دوسری جگہ کے حسن کو نہیں دیکھ سکتی۔ کیا یہ حسن ہی نہیں ہے جسے میں حسن سمجھ رہا ہوں یا لوگوں کی نظروں کو کچھ ہو گیا؟ میں اسی خیال میں تھا کہ پھر مجھے وہی پیاری آواز۔ وہ مشکل کُشا آواز وہ سیدھا راستہ دکھانے والی آواز بلند ہوتی سنائی دی۔ اس نے کہا۔ سنو اے دنیا کے بھولے ہوئے لوگو! دنیا کی کوئی قوم نہیں جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی نہ آئے ہوں۔ خدا تعالیٰ ربّ العٰلمین ہے۔ کسی خاص قوم کا ربّ نہیں۔ وہ ظالم نہیں اور ہوشیار کرنے کے بغیر سزا نہیں دیتا۔ پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس کے عذاب تو ہر ملک میں آتے لیکن نبی ہر ملک میں نہ آتے؟ خدا تعالیٰ کی کوئی زبان نہیں وہ زبانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا الہام بندوں کی زبان میں نازل ہوتا ہے۔ جس قوم کو وہ مخاطب کرتا ہے اسی کی زبان میں وہ کلام کرتا ہے کہ لوگ اس کی نازل کردہ ہدایتوں کو سمجھیں۔ خدا کے سب نبی برگزیدہ اور پاک تھے۔ ان میں تمہارے لئے نمونہ ہے۔ جو ان میں سے ایک کا بھی انکار کرتا ہے خدا تعالیٰ کی درگاہ سے راندا جاتا ہے۔ اور جو ان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے برکت پاتا ہے۔ اور ہدایت حاصل کرتا ہے۔ میری روح اس آواز کو سن کر خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئی۔ اور میں نے کہا۔ اے پیارے مالک! اگر یہ آواز تیری طرف سے بلند نہ ہوتی تو میں تو تباہ ہو جاتا۔ مجھے تو نے حسن کو پہچاننے کا مادہ دیا ہے۔ اندھا حسن سے بے خبر رہ کر دنیا کی اس کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا تھا جو میں نے دیکھی ہے۔ لیکن میں جسے تو نے آنکھ دی تھی اگر اس آواز کو نہ سنتا تو دیوانہ ہو جاتا۔ پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاتا۔ مجھے تو کرشنؑ۔ رامچندرؑ۔ بدھؑ۔ زردشتؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ میرے لئے یہ عقدہ لاینحل تھا کہ حسن موجود ہے لیکن لوگ اسے نہیں دیکھتے۔ مگر تیرا شکر اور احسان ہے کہ تو نے اس آواز کو بلند کیا۔ میرا دل اس وقت اس آواز والے کی محبت سے بھی اس قدر لبریز ہوا کہ میں نے سمجھا میرے صبر کا پیمانہ ابھی چھلک جائے گا۔ میرے سینے سے پھر ایک آہ نکلی اور میں نے کہا کہ یہ آواز تو رب دنیا کے بزرگوں کے لئے ایک رحمت ثابت ہوئی۔ اور میں نے بیتاب ہو کر اس آواز کے مالک کے دامن کو پکڑنا چاہا لیکن میرے اور اس کے درمیان

تیرہ صدیوں کا پردہ حائل تھا۔ ایک قابو میں نہ آنے والا ماضی اور بے بس کر دینے والا گذشتہ زمانہ۔ آہ! اے عزیزو! میں تم کو کیا بتاؤں اُس وقت میرا کیا حال تھا۔ ایک پیاس سے مرنے والے آدمی کے منہ سے پانی کا گلاس لگا کر جس طرح کوئی روک لے۔ وہ اس کی خنکی کو تو محسوس کرے لیکن اس کی ترادت اس کے حلق کو نہ پہنچے۔ بالکل میرا یہی حال تھا مجھے یوں معلوم ہوتا تھا اس آواز کا صاحب بالکل میرے پاس ہے۔ اور باوجود اس کے، اُس کے اور میرے درمیان تیرہ صدیوں کا لمبا بُعد تھا۔ میں اس کے دامن کو چھُوتا تھا مگر پھر بھی پکڑ نہیں سکتا تھا۔ اس وقت میرا دل چاہتا تھا کہ اگر مجھے داؤدؑ نبی مل جائیں تو میں انہیں پکڑ کر گلے لگا لوں۔ اور پھر خوب روؤں۔ وہ مستقبل سے گلے کریں اور میں ماضی کے۔ کیونکہ انہیں اس امر کا شکوہ تھا کہ وہ اس محبوبؐ سے تیرہ سو سال پہلے کیوں پیدا ہو گئے؟ اور مجھے اس کا افسوس ہے کہ میں تیرہ سو سال بعد میں کیوں پیدا ہُوا؟

پہلی کُتب کیلئے رحمت

میں نے بزرگانِ دین کی طرف توجہ کرنے کے بعد پہلی کُتب کی طرف نگہ کی۔ اور میں نے خیال کیا کہ بزرگ فوت ہو چکے ہیں اُن کے کارنامے لوگوں کے سامنے نہیں۔ اور شاید انسان انسان سے حسد بھی کرتا ہے۔ ممکن ہے حسد اور بغض کی وجہ سے لوگوں نے ان بزرگوں کی قدر نہ کی ہو۔ اور چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کی باتوں میں آگئے ہوں۔ اسلئے آؤ ہم ان کتب پر نظر ڈالیں جو آسمانی کہلاتی ہیں۔ اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں۔ میں نے ویدوں پر نگہ کی اور ان میں بعض ایسے شاندار خیالات اور پاکیزہ جواہر پارے دیکھے کہ میرے دل نے تسلیم کیا کہ ان کو پیش کرنے والے رشی منی خدا تعالیٰ سے ہی سیکھ کر یہ باتیں پیش کرتے تھے۔ اس کے کئی حصّے میری سمجھ میں نہیں آئے لیکن میں نے سمجھا اتنے لمبے عرصہ میں انسانی دست بُرد بھی کتابوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتی ہے۔ بہرحال ان میں مندرج خیالات کی عام رَو نہایت پاکیزہ تھی۔ پھر میں نے گوتم بدھ کی پیش کردہ تعلیم کو دیکھا تو اصولی طور پر اس کو بہت سے حُسن سے پُر پایا۔ اگر ویدوں میں محبتِ الٰہی کے جلوے نظر آرہے تھے تو بدھ کی تعلیم میں خدا تعالیٰ پر اتّکال اور اخلاق فاضلہ کے خوبصورت اصول نظر آئے۔ بیشک ان کی تعلیم میں بھی بہت سی باتیں میری عقل کے خلاف تھیں مگر اصولی طور پر میں اس امر کو سمجھ سکتا تھا کہ وہ تعلیم آسمانی منبع سے ہی نکلی ہے۔ اور انسانی عقل اس کا سرچشمہ نہیں۔ گو یہ حق ہے کہ انسان نے بعد میں کتر و بیونت سے اس کے حُسن کو کم کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اس کے بعد میں زردشت کی تعلیم کی طرف متوجہ ہُوا۔ اور اس میں میں نے نہ صرف اخلاق کی اعلیٰ تعلیم پائی بلکہ تدبیر کا پہلو نہایت روشن طور پر کام کرتا ہُوا نظر آیا۔ بدھ میں صوفیت کی رُوح کام کر رہی تھی لیکن زردشت میں ایک معلّم کی جو ایک بچہ کی کمزوریاں دیکھ کر اس کو تفصیلی ہدایات دیتا ہے۔ جن سے اس کے لئے اپنا کام عمدگی سے پُورا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے اس میں دوسری تعلیمات کے مقابلہ میں مبدء کی نسبت معاد پر زیادہ زور پایا۔ اور اس میں یہ رُوح کام کرتی ہوئی دیکھی کہ زیادہ اس خیال میں نہ پڑو۔ کہ تم کس طرح پیدا ہوئے تم کدھر جا رہے ہو۔ اور مستقبل میں تم سے کیا پیش آنے والا ہے اس کا زیادہ خیال کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ تعلیم جنّت اور دوزخ اور عالمِ برزخ اور حساب اور توبہ اور گناہ کی فلاسفی وغیرہ کے خیالات سے لبریز تھی۔ اور گو اس میں بھی انسانی دست اندازی کے اثر ہویدا تھے لیکن یہ امر بھی بالبداہت ثابت ہوتا تھا کہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ پھر میں نے تورات اور اس کے ساتھ کی کُتب پر نگاہ کی۔ اور انہیں خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار اور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کے خیالات سے پُر پایا۔ میں نے دیکھا کہ ان کتب میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حکومت اور ان کی مشکلات میں ان کی رہنمائی پر خاص زور تھا۔ اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا گویا خدا تعالیٰ کوئی الگ بیٹھی ہوئی ہستی نہیں بلکہ وہ ایسا بادشاہ ہے جو روزمرہ اپنے بندوں کے کام کا جائزہ لیتا ہے۔ اور شریر کو سزا دیتا اور نیک کو انعام دیتا ہے۔ اور ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرنے کیلئے تازہ بتازہ احکام بھیجتا رہتا ہے۔ میں نے اس مجموعہ میں یہ نیا امر دیکھا کہ جہاں گزشتہ کتب تعلیم پر زیادہ زور دیتی تھیں اور معلّم کو نظر انداز کر دیتی تھیں وہاں اس مجموعہ میں معلّموں کی شخصیتیں نہایت نمایاں نظر آتی تھیں۔ اور تعلیم سے کم معلّم کی شخصیت پر زور نہ تھا۔ اور اسی اصل کے ماتحت اس کتاب میں ایک یا دو معلّموں کے ذکر پر بس نہیں کی گئی۔ بلکہ معلّموں کی ایک لمبی صف تھی۔ جو ہر وقت تعلیم کے صحیح مفہوم کو سمجھانے کے لیئے استادہ نظر آتی تھی۔ اس شریعت میں بھی زردشتی کتب کی طرح تفصیلاتِ تعلیم پر خاص زور تھا۔ اور گو اس میں بھی انسانی ہاتھ کی دخل اندازی صاف ظاہر تھی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ آسمانی نور کی روشنی اسقدر درخشاں تھی کہ کوئی نابینا ہی اس کے دیکھنے سے قاصر رہے تو رہے۔ پھر میں نے انجیل کی طرف نگہ کی اور اُسے گو میں ایک کتاب تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ مسیحؑ کے اقوال اور تعلیمیں اس میں بہت ہی کم نقل تھیں زیادہ تر اس کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ لیکن پھر بھی اس میں روحانیت کی جھلک تھی۔ اس کتاب میں سزا اور جزا کی جگہ محبت اور رحم پر زیادہ زور تھا۔ اس کتاب سے خود ہی ظاہر تھا کہ مسیحؑ گو ایک ملہم من اللہ تھے لیکن شریعتِ جدیدہ کے حامل نہ تھے۔ میں نے خوشی کا سانس لیا اور کہا جس طرح خدا تعالیٰ کا مجازی نور اس کے مادی عالم کی ہر شئے سے ظاہر ہے اسی طرح اس کا حقیقی نور اس کے روحانی عالم کی ہر شئے سے ظاہر ہے۔ میں نے کہا گو نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر یہ کُتب اپنے حسنِ دلکش کی وجہ سے ضرور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہوں گی۔ اور یہ باغِ روحانی کے مختلف پَودے ضرور یکجا جمع ہو کر دُنیا کی روحانی کوفت کو دُور کرتے اور اس کی اخلاقی افسردگی کو مٹاتے ہوں گے۔ مگر میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ باوجود آنکھوں کے سامنے ان روحانی جواہرات کی موجودگی کے ہر اِک یہی شور مچا رہا تھا کہ میرے پاس تو قیمتی ہیرے ہیں۔ اور دوسروں کے پاس صرف بے قیمت پتھر۔ میں نے کہا خدایا ان عقل کے اندھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سُنتے ہوئے نہیں سُنتے۔ کیا دنیا سے انصاف اٹھ گیا؟ کیا انسان اپنی روحانیت کی نمائش گزشتہ ایام میں کر چکا اور اب بالکل کھوکھلا ہو گیا ہے؟ کیا یہ دُنیا جو کسی وقت خدا کا تخت گاہ کہلاتی تھی اب محض شیطان کی چوگان بازی کے لئے رہ گئی ہے؟ میں اسی فکر میں تھا کہ پھر وہی دِلوں کو پاک اور دماغوں کو منوّر کر دینے والی آواز بلند ہوئی۔ اور اس نے کہا کہ ہمارا یہ مسلک نہیں کہ دوسروں کی قبروں پر اپنا محل بنائیں جو حُسن کو نہیں دیکھتا وہ اندھا ہے۔ بے شک گزشتہ کتب میں انسانی دست بُرد نے تغیر کر دیا ہے لیکن پھر بھی ان کا منبع الٰہی علم ہے۔ اور ہماری آواز ان کی مصدق ہے۔ اور ان کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے علاوہ اور مقاصد کے اس مقصد کے لئے بھی مبعوث فرمایا ہے کہ ہم تمام خدا تعالیٰ کی کُتب کی تصدیق کریں۔ اور ان کی سچائی کو ثابت کریں۔ تا اللہ تعالیٰ پر ظلم کا الزام نہ لگے۔ اور نا حُسن کو دیکھ کر اس کا انکار کرنے والے رُوحانی نابینائی کے مرض میں مبتلا نہ کیئے جاویں۔ نادان انسان اُن کتب کی صداقت کا کس طرح انکار کر سکتا ہے جو غیب پر مشتمل ہیں۔ اور جن کی صداقت پر آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں کر کے اور خصوصًا ہمارے زمانہ کی خبریں دے کر خدا تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔ کوئی انسان نہیں جس کو غیب کا علم ہو۔ اور یہ کتب تو غیب کے خزانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی تو دیکھو کہ باوجود اس کے کہ ان میں انسانی ملاوٹ ہے وہ توحید کی تعلیم کو خاص طور پر پیش کرتی ہیں۔ حالانکہ شیطانی کلام خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم نہیں کیا کرتا۔ اس آواز کو سُن کر میرے دل کی گرہیں کھل گئیں۔ میری پریشانی دُور ہو گئی۔ اور میرے دِل سے ایک آہ نکلی اور میں نے کہا یہ آواز گزشتہ کتب کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

اِنسانی ضمیر کے لئے رحمت

جب میں نے دیکھا کہ سب قوموں میں نبی گزرے ہیں اور سب ہی کے پاس شمعِ ہدایت موجود ہے جس کے ذریعہ سے اگر وہ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کا کامل نور پا سکتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ باوجود اس حسد اور بغض کے جو مختلف قوموں کو دُوسرے مذاہب کے بزرگوں اور کتب سے ہے۔ پھر بھی وہ اشتراک اور وہ مناسبت جو ایک دوسرے کے مذاہب میں پائی جاتی ہے اور اُن اعلیٰ تعلیمات کی وجہ سے جو اُن کتب میں بھری پڑی ہیں۔ دُنیا میں صلح اور امن کی ایک بِنا قائم ہو گئی ہے۔ گو غیریت اور غیرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بزرگوں کو تسلیم نہ کریں۔ لیکن کم سے کم اس اتحاد نے دُنیا کو لڑائی اور جھگڑوں سے تو ضرور بچا لیا ہو گا۔ لیکن میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کو مار پیٹ رہے تھے۔ اور طرح طرح سے دکھ دے رہے تھے۔ کہ تم کیوں اپنا عقیدہ چھوڑ کر ہمارے عقیدے کو قبول نہیں کر لیتے؟ میں نے دیکھا بعض کو گالیاں دی جا رہی تھیں۔ بعض کو پیٹا جا رہا تھا بعض کا بائیکاٹ کیا جا رہا تھا بعض پر تمدنی دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔ اور بعض پر اقتصادی۔ لیاقت تو موجود ہوتی لیکن ملازمت نہ دی جاتی۔ اچھا مال تو فروخت کرنے کیلئے ان کے پاس ہوتا لیکن ان سے خرید و فروخت نہ کی جاتی۔ عدالتوں میں بلا وجہ اور بے قصور ان کو کھینچا جاتا۔ بعض کو تو جلا وطن کیا جاتا۔ اور بعض کو تلوار سے ڈرا کر اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے کہا جاتا۔ میں نے دیکھا کہ بعض دفعہ جس پر جبر کیا جاتا تھا اس کا عقیدہ جبر کرنے والے سے سینکڑوں گنے زیادہ اچھا ہوتا۔ بعض دفعہ جبر کرنیوالے کے اعمال نہایت گندے ہوتے اور جبر کے تختۂ مشق کے اعمال نہایت پاکیزہ ہوتے۔ میں حیران ہو کر دیکھتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب بعض لوگ ان جابروں سے پوچھتے کہ آخر یہ کیا ظلم ہے۔ اور ان لوگوں کو کیوں دکھ دیا جاتا ہے تو لوگ جواب میں کہتے کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیں ہم لوگ انصاف کر رہے ہیں۔ اور ظلم نہیں بلکہ حقیقی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اگر مادی طور پر ہم نے کچھ سختی کر لی تو اس کا کیا حرج ہے جبکہ ان کی روح کو ہم نجات دلا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ ظلم ترقی کرتے کرتے اس قدر بڑھ گیا کہ بعض لوگوں کو صرف اس جُرم پر آزار پہنچائے جانے لگے کہ وہ کیوں اپنے رب کی آواز کو سُنتے ہیں۔ اور بعض کو اس لئے کہ کیوں توحید کے قائل ہیں۔ اور بعض کو اس لئے کہ کیوں خدا تعالیٰ کی طرف ظلم اور کمزوری منسوب نہیں کرتے۔ وہ کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ آہ یہ ایک بھیانک نظارہ تھا جسے دیکھ کر میری رُوح کانپ گئی۔ اور میں نے کہا۔ آخر ان نبیوں کے آنے کا کیا فائدہ ہُوا۔ یہ شریعتیں کس مصرف کی ہیں؟ کہ ان کے باوجود یہ ظلم ہو رہے ہیں۔ اور میں ابھی اسی سلوک پر حیرت کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا بعض لوگ عبادت کے لئے عبادت گاہوں کی طرف آنا چاہتے تھے کہ بعض دوسرے لوگوں نے ان کو روکا اور کہا کہ تم کو کس نے کہا ہے کہ ان مقدس مقامات کو ناپاک کرو۔ اور کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ جبکہ تم عشائے ربانی میں فطیری کی جگہ خمیری روٹی استعمال کرتے ہو یا مقدس اشیاء کو دستانے پہن کر پکڑ لیتے ہو تم ہماری عبادت گاہوں میں داخل ہو کر انہیں نجس کرنا چاہتے ہو۔ غرض اسی قسم کی باتیں تھیں جن پر میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں سے روک رہے تھے اور نتیجہ یہ تھا کہ لوگوں کی توجہ عبادت سے ہی ہٹ رہی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ بعض لوگ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور انہوں نے ثواب کا سب سے بڑا کام یہ سمجھا کہ جہاں موقعہ ملا دوسروں کی عبادت گاہ گرا دی۔ یہود مسیحیوں کی عبادت گاہیں اور مسیحی یہودیوں کی۔ اور بدھ ہندوؤں کی اور ہندو بدھوں کی عبادت گاہیں گرا رہے تھے۔ اور اپنے اعمال پر فخر کر رہے تھے۔ آہ یہ مقدس جذبات کی بے حرمتی کا ایک حیا سوز نظارہ تھا۔ ایک دل دہلا دینے والا

منتظر تھا۔ مَیں نے کہا۔ کیا یہ ترقی ہے۔ جو دُنیا نے ان ہزاروں سالوں میں کی ہے۔ جن میں قریباً ہر صدی نے ایک نبی پیدا کیا ہے۔ کیا یہ ارتقاء ہے جسے علمائے سائنس ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مَیں شاید نبیوں کے کاموں کی پائداری کا قائل ہی نہ رہتا اگر وہی پاکیزہ اور مقدس آواز جو پہلے میرے شبہات کا ازالہ کرتی رہی تھی پھر بلند نہ ہوتی۔ پھر مَیں اُسے دُنیا کی آوازوں کو دباتے ہوئے نہ پاتا۔ پھر اُسے جلالی انداز میں یہ کہتے نہ سُنتا کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ باطل تو بھاگا ہی کرتا ہے۔ دین کے معاملہ میں جبر ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی میں کامل فرق کر کے دکھا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر اک ضروری امر کو کھول دیا ہے اور بقدرِ ضرورت جسمانی پانی کی طرح وہ مختلف ممالک میں رُوحانی پانی برساتا رہا ہے۔ ان کے اختلافات اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ پانی پاک نہیں بلکہ صرف مختلف ممالک اور مختلف زمانوں کے لوگوں کی طبائع اور ضرورتوں کے فرق پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کو جب اور جو ضرورت ہوئی خدا تعالیٰ نے ضرورت کے مطابق سامانِ ہدایت پیدا کر دیئے۔ پس ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اور اگر کوئی ناحق پر بھی ہو تب بھی اُسے جبر سے نہ منواؤ۔ کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ دل کی حالت کے مطابق ہے نہ کہ زبان کے قول کے مطابق۔ خدا تعالیٰ کو تمہاری باتیں اور تمہارے ظاہر اعمال نہیں پہونچتے۔ بلکہ اس کے حضور میں تمہارے دل کی کیفیت پہنچتی ہے۔ جو جبر سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں میں عبادت کرنے سے نہ روکو۔ کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ جو خدا کا نام لینا چاہتا ہے خواہ کسی طریق پر نام لے اُسے اجازت دو۔ تا لوگوں میں عبادت کی طرف توجہ ہو اور لامذہبی ترقی نہ کرے۔ لوگوں کی عبادت گاہوں کو نہ گراؤ۔ خواہ آپس میں کس قدر ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے ظلم اور فتنہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اور امن کا قائم ہونا لمبے زمانہ تک ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو تباہ کر دے گا۔ اور نئی قومیں پیدا کرے گا جو اس کے حکم کے ماتحت عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گی۔ اس آواز نے میرے خدشات کو دُور کر دیا۔ میرے خیالات کو مجتمع کر دیا۔ اور میں نے پھر آزادی کا سانس لیا۔ جس میں ایک طرف تسلّی اور دوسری طرف درد ملا ہُوا تھا۔ تسلّی اس لئے کہ مَیں نے دیکھا کہ دنیا کی اصلاح کا دن آ گیا ظلم مٹایا جائے گا اور درد۔ اس لئے کہ اس آواز کے مالک کی طرف میرا دل زیادہ سے زیادہ کھینچا جا رہا تھا۔ مگر تیرہ سو سال کا زمانہ بڑی تیرہ ناقابلِ گزر صدیاں میرے اور اس کے درمیان میں حائل تھیں۔ مگر بہر حال میرے دل سے پھر ایک آہ نکلی اور شکر و امتنان سے بھرے ہوئے دل سے مَیں نے کہا کہ یہ آواز انسانی ضمیر کے لئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی۔

معذوروں کیلئے رحمت

اس کے بعد میری نگہ انسانوں میں سے معذوروں پر پڑی۔ مَیں نے دیکھا کہ انسانوں میں سے کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے ناکارہ اور بے مصرف نظر آتے ہیں۔ ان میں سے اندھے ہیں اور بہرے ہیں اور گونگے ہیں اور لنگڑے ہیں۔ اور اپاہج ہیں اور مفلوج ہیں۔ اور کمزور جسموں والے ہیں۔ اور بیمار ہیں اور بوڑھے ہیں یا چھوٹے ہیں۔ بیکار ہیں اور بے سروسامان اور بے یار و مددگار ہیں۔ میں نے دیکھا۔ یہ مخلوق خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ دلچسپ مخلوق تھی۔ مَیں نے ان میں سے ایسے لوگ دیکھے کہ باوجود اپاہج ہونے کے اُن کے دل شرارت سے لبریز تھے۔ اگر کسی کے ہاتھ نہ تھے تو وہ پاؤں سے چوری کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور اگر پاؤں نہ تھے تو وہ گھسٹ کر بدی کے مقام پر جانا چاہتا تھا۔ اور اگر آنکھیں نہ تھیں تو وہ کانوں سے بدنظری کا مرتکب ہونے کی کوشش کرتا تھا یا ہاتھوں سے چھُو کر اپنے بدخیالات کو پُورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ بے یار و مددگار لوگوں کو مَیں نے دیکھا اُن کے چہروں پر بادشاہوں سے زیادہ نخوت کے آثار تھے۔ بے کسوں کو دیکھا کہ اپنی بے کسی کی حالت میں ہی وہ دوسروں کو گرانے کے لئے کوشاں تھے۔ مگر مَیں نے انہی لوگوں میں ایسے لوگ دیکھے جن کے دل خدا کے نُور سے پُر تھے۔ ان کی آنکھیں نہ تھیں۔ مگر وہ بینا لوگوں سے زیادہ تیز نظر رکھتے تھے۔ ظاہری کان نہ تھے مگر اُن کی سماعت غضب کی تیز تھی۔ ہاتھ نہ تھے مگر جس نیکی کو پکڑتے تھے چھوڑنے کا نام نہ لیتے۔ پاؤں نہ تھے مگر نیکی کی راہوں پر اس طرح چلتے تھے جس طرح تیز گھوڑا دوڑتا ہے۔ مگر باوجود اُن کے اچھے ارادوں اور میسّر شدہ سامانوں کے مطابق کوشش کرنے کے پھر بھی وہ اس قسم کے عمل نہیں کر سکتے تھے جو تندرست اور طاقت رکھنے والے لوگ کر سکتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ ظاہر بینوں کی نگہ میں نکمّے اور ناکارہ نظر آتے تھے۔ مَیں نے دیکھا ان کو ہاتھوں کے نہ ہونے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیک کاموں کو بجا نہیں لا سکتے کہ جن میں ہاتھ کام آتے ہیں۔ انہیں آنکھوں کے جانے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیک کاموں سے محروم ہیں جن میں آنکھیں کام آتی ہیں۔ غرض ہر کمزوری جو ان میں پائی جاتی تھی خود اس کمزوری کا ان کو احساس نہ تھا لیکن اس کمزوری کے نتیجہ میں جس قسم کی نیکیوں سے وہ محروم رہتے تھے ان کا ان کو بہت احساس تھا مَیں نے لوگوں کو ہزار بدصورتیوں کے باوجود خوبصورت پایا۔ اور ہزار عیبوں کے باوجود کامل دیکھا اور مَیں جوش سے کہہ اٹھا کہ باوجود مذاہب کے اختلاف کے اس میں تو کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت خوبصورت مخلوق ہے۔

ان کے عیب پر ہزار کمال قربان ہو رہا ہے۔ اور یہ لوگ ثابت کر رہے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ فضل کرے تو میلے کے ڈھیر پر سے بھی پاکیزہ روئیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر میری حیرت کی حد نہ رہی کہ جب ایک جماعت مجھ سے اس بارہ میں بھی اختلاف پر تیار ہو گئی اور بعض نے کہا کہ ایسے ناپاک لوگوں کو آپ اچھا کہتے ہیں۔ ان سے تو الگ رہنے کا حکم ہے۔ اور ان کے ساتھ مل کر کھانا تک ناجائز ہے اور نہ ان سے چھُونا درست ہے۔ ایک اور جماعت بولی یہ اپنے گزشتہ اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے پیارے کس طرح ہو گئے۔ بلکہ انہوں نے ان کے گناہ تک گِنائے کہ گزشتہ زندگی میں فلاں گناہ کر کے آنکھیں ضائع ہوئیں۔ فلاں گناہ کر کے کان ضائع ہوئے وغیرہ ذالک۔ اور بعض نے ہنس کر کہا کہ خیر یہ تو بے وقوفی کی باتیں ہیں اصل میں ان پر دیو سوار ہیں۔ ہمارے خداوند ان دیووں کو نکالا کرتے تھے۔ اور ان کے بعد ان کے شاگرد مگر اب ایسے لوگ ہم میں موجود نہیں رہے۔ مَیں نے کہا۔ الٰہی! دُنیا کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ دل کے اندھے آنکھوں کے اندھوں پر اور دل کے بہرے کانوں کے بہروں پر ہنستے ہیں۔ یہ بدصورت اور کریہہ المنظر لوگ۔ ان اپاہجوں کے حُسن کو کیا جانیں۔ جن کے دل تیرے نور سے منوّر اور جن کے سینے تیری محبت کے پھولوں سے رشکِ صد مرغزار بن رہے ہیں۔ آہ مَیں کس طرح مانوں کہ تو بھی بنیوں کی طرح یہ دیکھتا ہے کہ کسی کی تھیلی میں کیا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کسی کے دِل میں کیا ہے۔ مگر میرے خیالات کی رَو کو پھر اسی عقدہ کشا آواز نے روک دیا۔ وہ ناز و رعنائی سے بلند ہوئی اس ناز سے کہ کسی معشوق کو کب نصیب ہُوا ہوگا۔ اس شان سے کہ کسی بادشاہ کو خواب میں بھی حاصل نہ ہوئی ہوگی۔ اور اس نے کہا کہ اے کام کرنے والو! اے خدا کی راہ میں جانیں قربان کرنے والو۔ مت خیال کرو کہ خدا کے حضور میں تم ہی مقبول ہو۔ اور اس کے انعامات کے تم ہی وارث ہو۔ یاد رکھو کہ کچھ تمہارے ایسے بھائی بھی ہیں کہ جو بظاہر ان عمل کی وادیوں کو نہیں طے کر رہے جن کو تم طے کر رہے ہو۔ ان کٹھن منزلوں میں سے نہیں گزر رہے جن میں سے تم گزر رہے ہو۔ لیکن پھر بھی وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہارے شریک ہیں۔ تمہارے ثوابوں کے حصّہ دار ہیں اور خدا تعالیٰ کے ایسے ہی مقرب ہیں جیسے کہ تم۔ مَیں نے دیکھا نیکوکاروں کی وادی میں ایک عظیم الشان ہلچل پیدا ہوئی۔ اور سب بے اختیار چِلّا اٹھے کہ کیوں ایسا کیوں؟ اُس مقدس آواز نے جواب دیا اس لئے کہ گو ان کے ہاتھ پاؤں بوجہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ معذوریوں کے تمہارے ساتھ شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ مگر اُن کے دِل تمہارے ساتھ ہیں۔ جب تم عمل کی لذّتوں سے مسرور ہو رہے ہوتے ہو وہ غم اور حرمان کے تلخ پیالے پی رہے ہوتے ہیں بیشک جام مختلف ہیں۔ بیشک شراب جدا جدا ہے۔

لیکن کیف میں کوئی فرق نہیں۔ نتیجہ ایک ہی ہے۔ تم جس مقام کو پاؤں سے چل کر پہونچتے ہو وہ دِل کے پروں سے اُڑ کر جا پہونچتے ہیں۔ ان کو ناپاک نہ کہو۔ جو اُن میں سے نیک ہیں وہ تم میں سے پاکیزگی میں کم نہیں۔ میری رُوح وجد میں آ گئی۔ میرا دل خوشی سے ناچنے لگا۔ میں نے کہا صدقت یا رسول اللّٰہ۔ انصاف اس کا نام ہے۔ عدل اس کو کہتے ہیں۔ میرے دِل سے پھر اِک آہ نکلی اور مَیں نے کہا طاقت ور کے ساتھی تو سب ہوتے ہیں مگر یہ آواز معذوروں کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

آئندہ نسلوں کیلئے رحمت

مَیں کہاں کہاں تم کو اپنے ساتھ لئے پھروں مَیں نے اس عالمِ خیال میں بیسیوں اور مقامات کی سیر کی۔ لیکن اگر مَیں ان کیفیات کو بیان کروں تو یہ مضمون بہت لمبا ہو جائے گا۔ اس لئے مَیں اب صرف ایک نظارہ کو بیان کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ میرے دِل میں خیال آیا کہ یہ غیبی آواز ماضی کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی اور حال کے لئے بھی۔ مگر اس کا معاملہ مستقبل کے لئے کیا ہے۔ مَیں نے کہا آئندہ نسلیں لوگوں کو اپنی جانوں سے کم پیاری نہیں ہوتیں ماں باپ خود فنا ہونے کو تیار ہوتے ہیں بشرطیکہ ان کی اولاد بچ جائے۔ بلکہ سچ پوچھو تو وہ ہر روز اپنے آپ کو اولاد کی خاطر تباہی میں ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر ماضی اور حال کسی کو کب تسلّی دے سکتے ہیں۔ جبکہ مستقبل تاریک نظر آتا ہو۔ جبکہ آئندہ نسلیں فلاح و کامیابی کی راہوں پر چلنے سے روک دی گئی ہوں۔ مَیں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ کہ کوئی اپنی نسلوں کی تباہی پر راضی ہو جائے۔ اس لئے مستقبل کے متعلق تو ضرور سب مذاہب متحد ہوں گے۔ اور اس مقدس وجود سے ان کو اختلاف نہ ہوگا۔ جو دوسرے اُمور میں اُن سے اختلاف کرتا رہا ہے۔ اور ان کے لئے صحیح عقیدہ یا صحیح عمل پیش کرتا رہا ہے۔ تب میں نے عالمِ خیال میں ہندو بزرگوں سے سوال کیا کہ آئندہ نسلوں کے لئے آپ کے کیا وعدے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وید آخری اور اوّل کتاب ہے۔ اس کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ مَیں نے کہا۔ مَیں تو کتاب کے متعلق سوال نہیں کرتا۔ مَیں تو یہ پوچھتا ہوں کہ جو پہلوں نے دیکھا کیا آئندہ نسلوں کے لئے بھی دیکھنے کا امکان ہے؟ وید دوبارہ نازل نہ ہوں۔ لیکن ویدوں نے جو عجائبات پہلے لوگوں کو دکھائے، کیا ویسے ہی عجائبات پھر بھی دُنیا کے لوگ دیکھیں گے اور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں گے۔ انہوں نے کہا افسوس! ایسا نہیں ہو سکتا۔ آخر ویدوں کے زمانہ جیسا زمانہ اب دُنیا کو کس طرح مل سکتا ہے۔ مَیں نے بدھوں سے سوال کیا اور انہوں نے بھی کوئی ایسی اُمید نہ دلائی۔ زرتشتی لوگوں نے بھی اُس پُرانے اچھے زمانہ کا وعدہ اپنی اولادوں کے لئے نہ دیا۔ یہودنے کہا زکریا تک تو خدا تعالیٰ کا کلام لوگوں پر اُترتا رہا (باقی ص ۲۳ پر)

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ———— نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جذبۂ عشق!

ذیل کے مضمون میں واقعات تاریخ سے اور جذبات فطرت کی گہرائیوں سے لئے گئے ہیں —— حامد محمود

دن کا وقت تھا مجلس میں چاروں طرف خاموشی تھی۔ ایک بزرگ ہستی جس کا چہرہ ایک بقعۂ نور تھا اور جس کے پاکیزہ جسم سے نہایت تیز مقناطیسی شعاعیں نکل نکل کر اس کے ہم جلیسوں کے دلوں کو مسحور کر رہی تھیں۔ مجلس کے درمیان بیٹھا تھا۔ وہ مقناطیسی شعاعیں جو اس کے جسم سے نکل رہی تھیں دو قسم کی تھیں۔ ایک محبت پیدا کرنے والی تھیں اور دوسری رعب۔ جن لوگوں کے دلوں کی کھڑکیاں کھلی تھیں وہ شعاعیں اُن کے اندر داخل ہو کر عجیب کیفیت پیدا کر رہی تھیں۔ اک طرف جذبۂ محبت تھا جو بچہ کی ماں سے محبت کی نسبت بھی زیادہ ناز اور والہیت پیدا کر رہا تھا۔ دوسری طرف جذبۂ رعب تھا کہ سلاطین و ملوک سے بھی زیادہ ادب و نیاز کا احساس پیدا کر رہا تھا۔ محبت کہتی تھی۔ اس چہرے کو دیکھے جا۔ ادب کہتا تھا نظر نیچی رکھ۔ ناز کا اصرار تھا کہ باتیں کر اور کرتا ہی جا۔ نیاز کہتا تھا خاموش رہ۔ اور کان رکھ۔

یہ منور وجود اور مقدس ہستی سادگی اور بےنفسی میں اپنی مثال آپ تھی۔ بادشاہانہ رعب تھا۔ مگر فقیرانہ لباس۔ سلاطین سے بڑھ کر دبدبہ تھا۔ مگر مسندِ شاہی کی جگہ ایک معمولی سا کپڑا نیچے بچھا ہوا تھا۔ اس میں اور اس کے ساتھیوں میں کچھ فرق نہ تھا۔ بلکہ ان میں سے کئی کے لباس اس کے لباس سے بہتر تھے۔

خدا تعالیٰ نے جس طرح باطنی کمالات اس بزرگ کو دیئے تھے ظاہری خوبیاں بھی موجود تھیں۔ جسم کی بناوٹ میں کوئی ایسا نقص نہ تھا کہ دیکھنے والے کو گھن آئے بلکہ مردانہ حسن و خوبصورتی سے اُسے وافر حصہ ملا تھا۔ جس کی وجہ سے انسان چہرہ کو دیکھتے ہی ادب و محبت محسوس کرنے لگتا تھا۔ سچ ہے کہ خیالات انسان کے چہرہ پر بھی اثر ڈالنے لگتے ہیں۔ اس بزرگ کا چہرہ ان تمام اندرونی نوروں کا شاہد تھا۔ جو اس کے دل میں ایک وسیع سمندر کی طرح موجزن تھے۔ اس کا قد میانہ اور رنگ خوبصورت اور سفید تھا۔ اس کے بال نہ تو گھونگر والے تھے، نہ بالکل سیدھے۔ رنگ کے لحاظ سے وہ کسی قدر سنہری تھے۔ اس کا جسم بہت ملائم تھا۔ اور اس میں سے خوشبو آتی تھی۔ اس کا سینہ چوڑا تھا۔ اور کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا جو بلند حوصلہ اور سادگی طبیعت پر دلالت کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں موٹے موٹے تھے اور ہتھیلیاں بھی بڑی تھیں۔ جو ایک طرف شجاعت پر اور دوسری طرف سخاوت پر دلالت کرتی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ بات کرتا تھا اور مخاطب کے احساسات کا بہت ہی لحاظ رکھتا تھا۔ اس کے ماتھے پر شکن نہ تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کبھی جوش میں آجانے کا عادی نہیں ہوا۔ وہ ہمیشہ مسکراتا تھا مگر ناپاک متوالے انسان کی مسکراہٹ نہیں۔ جو گو اچھا مجلسی تو ثابت کرتی ہے مگر قابلِ اعتبار دوست نہیں۔ بلکہ اس کے ہونٹوں پر ایک سنجیدہ اور افسردہ مسکراہٹ کھیلتی تھی۔ جو اُسے اور بھی پیارا بنا دیتی تھی۔ کیونکہ اس کی خفیف شکنوں پر صاف صاف طور پر لکھا ہوا نظر آتا کہ اس مسکراہٹ کی غرض دوسروں کی دلداری اور دلجوئی ہے۔ ورنہ غم خواری اور ذمہ داری نے اس کے دل کو درد و الم کا مخزن بنا رکھا ہے۔ ابھی ابھی کا واقعہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے، وہ خانۂ خدا میں نہ جا سکا۔ اس کے اصحاب جو اس کی خفیف سی تکلیف کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اور اس کی تھوڑی سی جدائی کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے گھبرا گئے۔ ایک اور شخص عبادت کے لئے کھڑا ہوا۔ اس کا کھڑا ہونا تھا کہ عبادت گھر آہ و بکا کے شور سے گونج اٹھا۔ مرغِ بسمل اس طرح نہیں تڑپتا جس طرح میدانِ جنگ کے شیر اور صف شکن بہادر کرب و اضطراب سے بےتاب ہو رہے تھے۔ آنسو تھے کہ اُن کی تار نہ ٹوٹتی تھی۔ سینے تھے کہ اُبلنے والی ہنڈیا کی طرح کھول رہے تھے۔ وہ سہارا لے کر اُٹھا۔ دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑکی تک آیا۔ حالانکہ اس میں کھڑا ہونے کی بھی طاقت نہ تھی۔ اس نے کھڑکی کا پردہ ایک طرف کیا اور عبادت گھر کی طرف سر جھکا کر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ نے لوگوں کو وارفتہ کر دیا۔ وہ بےاختیار ہو کر نعرہائے مسرت مارنے لگے اس نے پھر اپنا سر اندر کر لیا۔ لوگ خوش تھے۔ مگر آہ! اُنہیں کیا معلوم تھا کہ ذرا سی مسکراہٹ کے پیدا کرنے کے لئے اسے کس قدر جذبات درد و الم کو محسوس کرنا پڑا۔ اے مقدس وجود! میری جان تجھ پر قربان۔ میرا دل تجھ پر نثار ہو۔ تُو نے موت کی آخری کشمکشوں میں بھی دوسروں کی ادنےٰ خوشی کو مقدم رکھا۔

ہاں! گو آج [illegible] کے چہرے افسردہ نظر آتے تھے۔ مگر اس کے چہرہ کی بشاشت قائم تھی۔ وہ انہیں اپنی آنے والی جدائی کے لئے تیار کر رہا تھا۔ اور جس طرح آہن گر تلوار کو مکمل کر کے اُسے آخری دفعہ صیقل کرتا ہے وہ بھی اپنے اصحاب کے دلوں کو آخری دفعہ جلا دے رہا تھا۔ وہ ان کے سامنے سب ضروری باتیں دہرا رہا تھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کی یاد ان کے دلوں میں تازہ کر رہا تھا۔ اس کی محبت کا ولولہ ان کے دلوں میں پیدا کر رہا تھا۔ ثبات و استقلال کی تعلیم دے رہا تھا۔ عورتوں سے حسنِ سلوک۔ غریبوں کے حقوق کی نگہداشت۔ یتیموں کی امداد۔ غلاموں کی آزادی کی تحریک۔ شکستہ دلوں کی دل دہی۔ قرضداروں کی اعانت۔ مسافروں کے ساتھ حسنِ سلوک۔ رعایا کی بہتری کی کوشش۔ غیر مذاہب والوں کے جذبات کا احترام۔ اخلاقِ فاضلہ کا قیام۔ عدل و انصاف کا اثبات۔ غرض دُنیا کی ہر ایک نیکی کی تعلیم اور ہر اک بدی سے بچنے کی ہدایت وہ دے رہا ہے۔ مگر اپنے اور اپنے بیوی بچوں کا ذکر وہ بالکل حذف کر جاتا۔ گویا اس وقت دنیا اپنی ساری تفاصیل کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھی۔ مگر وہ اور اس کا گھرانہ بالکل غائب تھے۔ مگر نہیں۔ میں غلطی کرتا ہوں۔ وہ کبھی کبھی اپنا ذکر بھی کرتا تھا۔ مگر اس لئے نہیں کہ اپنے مخاطبوں سے اپنی قربانیوں کی داد طلب کرے۔ اپنی فدائیت کا صلہ مانگے۔ یا اپنے رشتہ داروں کی سفارش کرے۔ نہیں بلکہ اس کے بالکل مخالف وہ کبھی کبھی بات کرتے کرتے رک جاتا تھا۔ اور اس کے چہرہ پر انتہائی کرب و اضطراب کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس کے دل سے ایک آہ نکلتی تھی۔ ایسی آہ! جس کی گہرائیوں کا اندازہ لگانا انسانی طاقت سے بالا ہے۔ وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولتا۔ اور اس کی آواز جذباتِ غم کا ایک ایسا سچا اظہار کرتی جس کے مقابلہ میں سمندر کے تلاطم بھی کچھ حقیقت نہ رکھتے۔ وہ مضطربانہ طور پر کہتا کہ خدایا یہود و نصاریٰ پر لعنت کر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ ان فقروں کے بولتے وقت اس کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ وہ حسرت و غم کا مجسمہ بن جاتا۔ اور درد و الم کی تصویر۔ بالکل یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آواز کی ایک ایک لہر کے ساتھ بےتعداد تمنائیں اور التجائیں لپٹی ہوئی ہیں۔ اور وہ اپنی تمام عمر کی خدمات اور قربانیوں کا آخری بدلہ مانگتا ہے۔ کیا بدلہ؟ یہ کہ اس کی قبر کو شرک کی جگہ نہ بنایا جائے اس کی آواز غم و الم میں اس طرح ڈوبی ہوئی نکلتی تھی کہ گویا دنیا کی اور اس کے خاندان کی تمام بہبودگی صرف اس سوال کے جواب میں پوشیدہ ہے۔ وہ اپنے لئے صرف یہ مانگتا تھا کہ اسے پیدا کرنے والے کی عزت چھین کر اُسے نہ دے دی جائے میری جان اس پر فدا اور میرا دل اس پر قربان ہو۔ وہ کیسا وفا شعار تھا۔

مَیں پھر اپنے مطلب سے دُور چلا گیا۔ مَیں کہہ رہا تھا کہ ایک دن وہ اپنی آنے والی جدائی کے برداشت کرنے کے لئے اپنے احباب کو تیار کر رہا تھا۔ اور اپنی پاکیزہ تعلیم کے خوشنما آثار پر پھر ایک دفعہ تکرار کے خطوط کھینچ کر انہیں جلا دے رہا تھا۔ آخر اس نے سمجھا کہ اس کا کام ختم ہو گیا ہے وہ اپنا مقصد پُورا کر چکا ہے۔ اس وقت اس کے اصحاب کی عجیب کیفیت تھی۔ اگر کبھی انسان کا گوشت اور پوست جذبات و احساسات کی شکل میں بدل گیا ہے تو اس وقت اس کے اصحاب کا یہ حال تھا۔ وہ مجسم احساس بن رہے تھے۔ ان کا گوشت بھی احساس بن رہا تھا اور پوست بھی۔ اور ہڈیاں بھی۔ اور اُن کے اندر کا گودا بھی۔ وہ مغز بن گئے تھے۔ بغیر چھلکے کے۔ اور خوشبو بن گئے تھے بغیر پتیوں کے۔ وہ نفوسِ قدسیہ تھے جو مادہ کی حدبندی کو توڑ چکے تھے۔ اور بلند پرواز طائر تھے۔ جو زمین کی کثافتوں سے بالا ہو چکے تھے۔ اس نے ان کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ مَیں بھی ایک انسان ہوں جس طرح تم انسان ہو۔ مجھے ہمیشہ تم سے معاملات پیش آتے رہتے تھے۔ بالکل ممکن ہے کہ کبھی میرے ہاتھ سے کسی کو کوئی اذیت پہنچ گئی ہو۔ مَیں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن خدائے قادر کے سامنے مجھے جواب دہ ہونا پڑے۔ پس جس کو میرے ہاتھ سے کوئی اذیت پہنچی ہو وہ آج مجھ سے بدلہ لے لے۔

یہ فقرے گویا اس کے اصحاب کی کمر توڑنے کے لئے آخری تنکا تھے۔ ان کے دل پگھل گئے اور ان کی آنکھیں ساون کی جھڑی کی طرح برس پڑیں۔ ان کا پیارا جس نے اپنی عمر دنیا کو اذیت سے بچانے کے لئے اور غلامی سے چھڑانے کے لئے خرچ کر دی۔ وہ اور اس کے ہاتھ سے کسی کو اذیت پہنچی ہو، وہ اور اس سے کوئی شخص بدلہ لینے کا خیال کرے۔ اگر چاند تک بچہ کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے یا اگر انسانی آنکھ عالم کی انتہا تک پہنچ سکتی ہے تو بےشک اس سرتاپا نور وجود کا بھی عیب کسی کو نظر آ سکتا ہے۔ مگر جب حقیقت یہ ہے کہ چاند میں داغ ہیں۔ مگر اس کے وجود کی مطہر زندگی داغوں سے پاک ہے۔ تو پھر اس سے بدلہ لینے کے [illegible] ہوئے۔

سُورج چمک رہا تھا۔ اس کی شعاعیں دھندلی نظر آنے لگ گئیں۔ ہوائیں چل رہی تھیں۔ [illegible] ایک سکوت کا سا عالم طاری ہو گیا۔ درخت ہل رہے تھے مگر ایسا معلوم دینے لگا گویا وہ ٹھہر گئے ہیں۔ پرندے گا رہے تھے مگر ایسا محسوس ہوتا تھا گویا ان کے گانے میں سے خاموشی کی لہریں پیدا ہو رہی ہیں۔ سب لوگ محوِ حیرت ہو گئے

ہر ایک شخص بولا۔ حضور ایک جنگ کے موقع پر آپ صف بندی کرا رہے تھے ایک صف سے گذر کر آپ کو آگے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ جس وقت صف کو چیر کر آگے گئے تو آپ کی کہنی میری پیٹھ کو لگی۔

ہر ایک جو محبت اور عشق کا مزا جانتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت مجلس کا کیا حال ہو گیا ہوگا۔ تمام حاضرین پر ایک سناٹا چھا گیا۔ کئی منچلوں کی تلواریں میانوں سے نکل نکل پڑتی تھیں۔ آنکھیں شرربار تھیں مگر دم مارنے کا یارا نہ تھا۔ ہونٹ پھڑپھڑاتے تھے۔ مگر بولنے کی طاقت نہ تھی۔ دماغ پر جوش و غضب کا تسلط ہو رہا تھا۔ مگر اظہار کی جرأت نہ تھی۔ سورج اسی طرح چمک رہا تھا۔ مگر محبت کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو یوں نظر آیا جیسے اس کی شعاعیں تیز ہو گئی ہیں۔ اور اس کی دھوپ سرخ ہو رہی ہے اور دنیا کو جلانے کے لئے تیار ہے۔ ہوائیں اسی طرح چل رہی تھیں۔ مگر یوں معلوم دینے لگا گویا ان کی رفتار میں تیزی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ دنیا کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ درخت اسی طرح ہل رہے تھے۔ مگر نظر یوں آتا تھا کہ گویا وہ ابھی زمین سے اکھڑ کر جا پڑیں گے۔ پرندے ویسی ہی میٹھی آواز سے گا رہے تھے۔ مگر محبت کے کان ایک کان پھاڑ دینے والا شور سن رہے تھے جو دوزخ کی چیخ کے مشابہ تھا۔ غرض سب مجلس میں کیا متکلم اور کیا سامع سب کے دلوں میں ایک ہیجان برپا تھا۔ اور ہر اک کی قلبی کیفیت کے مطابق عالم میں بھی ایک تغیر نظر آ رہا تھا۔ مگر ایک شخص ان سب ہیجانوں سے بالا تھا۔ اور وہ وہی بزرگ نفس انسان تھا۔ جس نے ہر اس شخص کو بدلہ لینے کی دعوت دی تھی جسے اس کے ہاتھوں سے کوئی نقصان پہنچا ہو۔ اس نے نہایت متانت اور خوشی سے جواب دیا کہ لو میں بیٹھا ہوں۔ میری پیٹھ پر کہنی مار لو۔ حضار مجلس کے دماغ جوشِ غضب سے ابل رہے تھے۔ مگر وہ کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ یقیناً خدا کے فرشتے اس وقت اس خدا کی حمد گا رہے تھے جس نے اس رسول کو پیدا [illegible] وہ شخص [illegible] بدلہ کا مطالبہ کیا تھا۔ [illegible] اور [illegible] کہا کہ جس وقت مجھے آپ کی کہنی لگی تھی اس وقت میرا جسم ننگا تھا۔ پس بدلہ پورا نہیں ہو سکتا جب تک آپ کے جسم پر سے بھی کرتہ نہ اٹھایا جائے۔ اس بزرگ نے فوراً اپنی پیٹھ پر سے بھی کرتہ اونچا کر دیا۔ کہ لو اب کہنی مارو۔ اس وقت لوگوں کے دلوں کی حرکت بند ہو گئی۔ اور دنیا ایک عالم خموشاں نظر آنے لگی۔ ہر ایک شخص حیران تھا۔ کہ وہ شخص جو بدلہ کے لئے آمادہ تھا۔ کیا دیوانہ ہے۔ اگر اس بزرگ کا ڈر نہ ہوتا تو اس وقت اس شخص کی ایک بوٹی بھی نظر نہ آتی۔ مگر اس کے ثبات میں بھی کچھ فرق نہ آیا۔ اس نے لوگوں کے غصہ کی بھی پرواہ نہ کی۔ وہ اٹھ کے اس بزرگ کے پاس آیا۔ اور پیٹھ کی طرف جھکا۔ اس کے چہرہ کے اعصاب اس وقت پھڑک رہے تھے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اس کے نتھنے پھول رہے تھے۔ وہ نیچے جھکا۔ اور اس بزرگ کی ننگی پیٹھ کو ادب سے اپنے ہونٹوں سے چھوا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور خدا کی حمد بجا لاتا ہوا وہ کھڑا ہو گیا۔ وہ آنسو جذبۂ عشق کے آنسو تھے۔ اس نے کہا۔ حضور کجا بدلہ اور کجا یہ خادم۔ جس وقت حضور سے معلوم ہوا کہ شاید وہ وقت قریب آ پہنچا ہے جس کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ میرے ہونٹ ایک دفعہ اس بابرکت جسم کو مس کر لیں۔ جسے خدا تعالیٰ نے برکتوں کا مجموعہ بنایا ہے۔ پس میں نے اس کہنی کو اپنے مقصد کے پورا کرنے کا ذریعہ بنایا جس کا لگنا اس وقت بھی میرے لئے موجب فخر تھا اور آج بھی۔ جماعت پر سے حیرت دور ہو گئی۔ تعجب کی سختی جاتی رہی۔ اور دل پھر نرمی سے حرکت کرنے لگے۔ کئی دماغ جو پہلے غصہ کے خیالات سے لبریز تھے۔ اب رشک کے جذبہ سے معمور ہو گئے۔ سورج اب بھی چمک رہا تھا۔ مگر اب اس کی روشنی بہت خوبصورتی اور محبت کی بجلی سے بھری ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں۔ مگر اب ان میں دیارِ محبوب کی خوشبو سی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ درخت اب بھی ہل رہے تھے مگر اب ان کی حرکات خوشی کے ناچ کے مشابہ لگتی تھیں۔ پرندے اب بھی گا رہے تھے۔ مگر یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ حمد و ثنا کے گیت گا رہے ہیں۔ مجسم افسردگی کے باوجود خوشی کی ایک لہر دوڑ رہی تھی۔ [illegible] اس کا [illegible] جب جذبہ عشق کا وہ مظاہرہ تھا۔ جو اوپر بیان ہوا۔ اس بزرگ کے ہونٹوں پر اسی طرح مسکراہٹ تھی اور مسکراہٹ کے پیچھے ایک بار الم و غم تھا۔ یہ بزرگ میرا محمد تھا۔ اور اہلِ مجلس اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دوربیں ہے دلِ یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

(منقول از کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم")

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام علیک الصلوٰۃ وعلیک السلام

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سول سرجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دنیا میں ہزاروں حسین گزرے اور ہزاروں موجود ہیں۔ لاکھوں اہل علم گزرے اور لاکھوں موجود ہیں۔ ہر طرح کی خوبیاں رکھنے والے بہت سے گزر چکے اور بہت سے موجود ہیں۔ دیندار اور خدا سے تعلق رکھنے والے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ بادشاہ۔ فاتح۔ موجد فلاسفر۔ غرض ہر بات میں کمال رکھنے والے نہ کبھی مفقود ہوئے نہ ہوں گے مگر مجھے تو کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو تمام کے تمام کمالات انسانی اپنے اندر رکھتا ہو۔ کوئی ایسا حسن نہ ہو جو اس میں بدرجۂ کمال موجود نہ ہو۔ پھر وہ ان تمام خوبیوں سے دوسروں کو بھی آراستہ کر سکتا ہو۔ کنجوس حسین کے نام سے مجھے نفرت ہے۔ اور بدشکل محسن سے بھی کوسوں دور بھاگتا ہوں۔ متکبر نہ ہو۔ مجھے دیکھے تو مسکرائے۔ بلکہ خود بلائے۔ اس کی محبت سے میرا دل گرم اور سینہ منور ہو۔ اور اس کے نام کی لذت سے میری زبان تمام دوسری لذات کو بھول جائے اور اس کی یاد سے میرا تاریک کنج دماغ روضہ من ریاض الجنت بن جائے

ماضی اور حال دونوں زمانوں کو میرے علم اور نظر اور تخیل نے کھنگال ڈالا۔ جسے دیکھتا ہوں اس میں کہیں نہ کہیں کوئی نقص پاتا ہوں۔ کوئی نہ کوئی کمی نظر آتی ہے۔ میں پہلے ہی اپنے دوستوں میں عیب چین مشہور ہوں جب نظر پڑتی ہے تو پہلے نقص پر ہی۔ اسی لئے جہاں اور لوگ ٹھہر گئے۔ میں وہاں سے منہ بناتا ہوا آگے روانہ ہوا۔ یا اللہ تمام دنیا میں کوئی ایسا حسین بھی ہوا ہے یا موجود ہے۔ ہو۔ جس پر تمام انسانی کمالات ختم ہوں۔ ہوگا تو سہی اور ضرور ہوگا۔ بادشاہ دیکھے مگر ظالم اور حریص۔ فلاسفر اور حکماء دیکھے مگر نکتے۔ حسین دیکھے مگر بیہودہ۔ بہادر دیکھے مگر ظالم اور خود پرست۔ شاعر دیکھے مگر یاوہ گو اور بزدل۔ اہل قلم دیکھے مگر بے عمل۔ ولیعاہر دیکھے مگر خشکی۔ اہل اخلاق دیکھے مگر خود نمائی۔ بازار عالم میں ہر پھر کر سب کو دیکھا۔ اور ناامیدی سی ہو گئی۔ گوہر مراد نہ ملا۔ اتنے میں کسی نے کہا ذرا زمرۂ انبیاء پر بھی تو نظر کرو دنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر نہ جاؤ۔ جب ان کو دیکھا تو وہ ناامیدی دور ہوئی۔ عجب لوگ نظر آئے۔ جن کا کام حسن۔ کلام حسن۔ شکل اچھی۔ اخلاق اچھے۔ عادات پسندیدہ۔ کوئی کونہ تاریک نہ تھا۔ دل کو بڑی ڈھارس ہوئی۔ ان سب کا جائزہ لیا۔ آخر گوہر مراد مل گیا۔ یعنی جس کی تلاش اور جستجو تھی وہ نکل آیا اور نکلا بھی کہاں سے! عرب کے جلتے ریگستان اور بے آب و گیاہ کوہستان کی کان سے۔ جہاں نہ تعلیم نہ عقل نہ ہدایت نہ تہذیب نہ تمدن۔ نہ حکومت۔ نہ سلطنت۔ اور ملا بھی وہ جسے انسان کامل کہوں۔ سب سے بڑا آدمی کہوں سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں۔ آنکھیں اس کے حسن کو دیکھ کر خیرہ ہو گئیں۔ نام پوچھا تو محمدؐ! سبحان اللہ! میں بھی تو محمدؐ ہی کی تلاش میں تھا۔ یعنی جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ سراسر خوبیاں ہوں۔ ہر تعریف کے لائق صفت موجود ہو۔ ہر حسن نمایاں ہو۔ کمالات انسانی کا خاتم۔ نہ ایسا کوئی ہوا۔ نہ آئندہ ہو۔ سچ ہے اس نام کے نام بھی کسی نے چن کر ہی رکھا ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کمال انسانیت کے معیار

میرا معیار دنیا کے سب سے بڑے انسان کے لئے کیا تھا؟ وہ کن کمالات و محاسن کا مجموعہ ہو۔ سنیئے

۱۔ کمال درجہ کا جسمانی حسن اور دماغ اور عقل رکھتا ہو۔ ۲۔ حسب و نسب کے لحاظ سے چوٹی کے شرفاء میں سے ہو۔ ۳۔ کمال اخلاق سے مزین ہو۔ اور ہر قسم کے اخلاق دکھانے کا اسے موقع بھی ملا ہو۔ ۴۔ کمال علم۔ ۵۔ کمال تعلیم یا افاضہ علم۔ ۶۔ کمال جذب اور قوت قدسی۔ ۷۔ کمال کامیابی ۸۔ کمال شفقت اور خیر خواہی مخلوقات کے لئے رکھتا ہو۔ ۹۔ کمال محبت اور تعلق اللہ کے ساتھ ہو۔ ۱۰۔ کوئی فرضی یا مجہول الاحوال انسان نہ ہو بلکہ ایسا ہو کہ اس کی ہر حرکت اور سکون، ہر قول اور فعل اور زندگی کے ہر شعبہ کا مفصل علم بکثرت ثقہ راویوں کی معرفت ہم کو ملا ہو۔ ۱۱۔ ہمیشہ زندگی ہو اور دوسروں کو اپنے اثر سے زندہ کرتا ہو۔ سفلی اور حیوانی زندگی نہیں بلکہ حیات ابدی اور ایسی زندگی جس میں روح القدس نازل ہو کر مشت خاک تیرہ کو بقعۂ نور بنا دے۔

سو یہ سب باتیں ہم نے محمدؐ اور صرف محمدؐ میں ہی پائیں

صلی اللہ علیہ وسلم

حسن جسمانی

میانہ قد۔ موزوں اندام۔ سرخ و سفید رنگ۔ چوڑی پیشانی ناک لمبی اور سیدھی گردن اونچی۔ سر بڑا۔ سینہ کشادہ۔ آنکھیں سیاہ۔ جلد نہایت نرم۔ پسینہ میں خوشبو۔ تیز رفتار۔ گفتگو نہایت شیریں اور دل آویز۔ ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ۔ آواز بلند۔ بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ نہایت صاف و پاک رہتے تھے۔ قہقہہ نہ لگاتے تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ خوش لباس تھے جامہ زیب تھے۔ خوشبو پسند تھے ہمیشہ مسواک کرتے تھے۔ خوشی کے وقت چہرہ کندن کی طرح چمکنے لگتا۔ ہمیشہ چست رہتے تھے سر سے پیر تک جسم میں کوئی عیب نہ تھا۔ بدبودار چیزوں سے سخت نفرت تھی۔

عبد اللہ بن سلام یہودی نے جب پہلے پہل آپؐ کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھا کہ "خدا کی قسم یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے" جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔ براءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص آپؐ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیبا اور حریر بھی آپؐ کی جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھے۔ مشک اور عنبر میں بھی آپؐ کے بدن سے زیادہ خوشبو نہ تھی۔ جس گلی کوچہ سے نکل جاتے وہ معطر ہو جاتا۔ خود آئینہ دیکھ کر دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ کَمَا اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ اے اللہ جس طرح تو نے میری بناوٹ اور جسم کو خوبصورت بنایا ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اعلیٰ کر دے۔

عقل کا کمال

اگرچہ عقل کا کمال اخلاق کے اظہار سے ظاہر ہوتا ہے اور جس کے اخلاق نہایت اعلیٰ ہوں اس کی عقل بہر حال نہایت اعلیٰ تسلیم کر لینی چاہیئے۔ مگر دنیا کی اور باتوں میں بھی آپؐ کی عقل عجیب ممتاز نظر آتی ہے۔ مثلاً آپؐ کی دنیا سے بے تعلقی آپؐ کے کمال عقل پر دلالت کرتی ہے۔ لاکھوں جاں نثار موجود ہیں۔ تمام عرب زیر نگین ہے۔ فتوحات وغیرہ کا مال چلا آتا ہے۔ مگر انتقال ہوا تو کمرہ میں کیا تھا ایک تہ بند اور پیوند لگا ہوا ایک کمبل آپؐ کے اوپر تھا۔ زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی پڑی تھی۔ ترکہ میں نہ کوئی لونڈی چھوڑی نہ غلام نہ روپیہ نہ پیسہ۔ دو دو مہینے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ کبھی نفیس اور امیرانہ کھانا عادتاً نہ کھاتے تھے۔ تمام عمر نہایت سادہ اور زاہدانہ طریق سے زندگی بسر کر دی۔ یہ کمال عقل کی دلیل ہے۔

ایک نمونہ آپؐ کے کمال عقل کا آپؐ کی سپہ سالاری اور فوج کا انتظام ہے۔ ہمیشہ میدان جنگ میں فوج کو اس طرح لڑاتے کہ باوجود دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کے ہمیشہ فتح آپؐ ہی کو ہوتی تھی۔ صرف جنگ احد میں کچھ چشم زخم پہنچا۔ وہ بھی آپؐ کے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے۔

پھر آپؐ کی عقل کا کمال یہ ہے کہ اکیلے اٹھے اور باوجود ہر قسم کی مخالفتوں کے اکیلے ہی تمام عرب پر غالب آ گئے اور جب وفات پائی تو تمام عرب شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک آپؐ کے زیر نگین تھا۔

پھر آپؐ کی عقل کا کمال یہ ہے کہ آپؐ نے جنگ کر کے نہیں بلکہ ہمیشہ صلح کے طریقوں سے اس ملک اور قوم کو مغلوب کیا۔ حکمت عملی سے تمام فتوحات آپؐ کی بغیر جنگ کے فتح مکہ۔ رشتہ داریوں کی وجہ سے قوموں کا مطیع ہونا۔ معاہدات کی وجہ سے اسلام کو امن ملنا۔ یہ سب نمونے آپؐ کی عقل و فراست کے ہیں۔

اسی طرح مختلف ضروریات کے پورا کرنے کو مناسب اور موزوں لوگوں کا انتخاب۔ یہودیوں اور منافقین کی کارروائیاں اور فسادات مٹانے کے لئے باموقع تجاویز۔ مؤلفۃ القلوب لوگوں کا خاص خیال۔ اور یہ سب باتیں ایک ایسے ملک میں جس میں کوئی سیاست۔ کوئی اتحاد۔ کوئی گورنمنٹ نہ تھی۔ آپؐ کی فراست اور دور اندیشی پر دلیل ہیں۔

حدیبیہ میں ... اہل دماغ آپؐ کی رائے سے مخالف تھے۔ ایک ایک نے اس وقت درخت کے نیچے اپنی جان دینے پر بیعت کی تھی۔ اور دب کر صلح کرنا اسلام کی ... سمجھتے تھے۔ مگر ایک اور صرف ایک صحیح عقل والا دماغ تھا جس نے سب کی مخالفت کی۔ اور بظاہر گویا ہر طرح دب کر صلح کی۔ مگر پھر واقعات نے بتا دیا کہ وہ ذلت نہیں تھی بلکہ اسلام کی فتح اور حقیقی عزت اور ظہور کا آغاز وہی صلح نامہ تھا جس کے سبب مذہبی آزادی فریقین کو ملی۔ اور اسلام اپنے نقلی دلائل اور روحانی اثر سے ایک سیلاب کی طرح پھیلنا شروع ہو گیا۔

حضرت عمرؓ جیسا ... عقلمند ... گزرا ہے۔ ... سلام سے ... متفق ... بے نظیر تدبر ...

تھا۔ پھر اسی عمرؓ کو آنحضرتؐ کی مجلسوں میں بار ہا غلطیاں کرتے اور عقل سیکھتے۔ دیکھو! پھر استاد اور شاگرد کا مقابلہ کرو۔ تو معلوم ہوگا کہ عمرؓ ایک قطرہ تھا اس سمندر کے سامنے! صلی اللہ علیہ وسلم

نسب کے لحاظ سے چوٹی کے شرفا میں سے تھے

اعلیٰ نسب بھی آدمی کا ایک بڑا حُسن ہے بنسبت جسمانی اور اخلاقی محاسن انسان کو نسباً حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اللہ کا خلیل۔ انبیاء کا باپ اور مذہبی اقوام کا مورثِ اعلیٰ۔ پھر اس کے خاندان کی بڑی شاخ یعنی اسماعیلؑ کی نسل۔ پھر اس نسل میں سب سے معزز قوم قریش۔ پھر قریش میں سب سے عزت دار بنو ہاشم۔ پھر اس میں عبدالمطلب جیسے سردار کا پوتا۔ عبد اللہ کا بیٹا اور آمنہ کا لختِ جگر۔ کیونکر نہ تمام دنیا میں نسباً شریف ہو۔ قوم آزاد۔ ملک آزاد حرم خداوندی کے سایہ میں پلنے والا۔ شکل اور صورت میں ابراہیمؑ سے ہو بہو مشابہ۔ کریم ابنِ کریم "وہ نبی"۔ دعائے خلیل مثیلِ موسےٰ۔ نوید مسیحا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ غرض آپؐ نے جو یہ کہا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ۔ تو درحقیقت سچ فرمایا۔

اعلیٰ ترین اخلاق

خود دعوےٰ کیا کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ کلامِ خداوندی نے تصدیق کی کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ اوائلِ عمر میں حضرت خدیجہؓ نے گواہی دی کہ تو وہ شخص ہے جو صلہ رحمی اور مہمان نوازی کرتا ہے۔ اور جو نایاب اخلاق ہیں وہ تجھ میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر مصیبت کے وقت لوگوں کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کیا تو کہیں ہلاک ہو سکتا ہے مرنے کے بعد رازدار عائشہؓ نے گواہی دی کہ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن وہ تمام باتیں جنہیں قرآن نے بُرا کہا ہے آپ میں نہ تھیں اور جس کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب آپؐ کیا کرتے تھے۔ پھر تمام قوم نے آپؐ کو صادق اور امین کا خطاب دے رکھا تھا۔ قرآن نے آج تک دنیا کو چیلنج دے رکھا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کوئی گناہ یا عیب میرا نبوت کے دعوے سے پہلے ثابت کرو! قیصر کے دربار میں کفار کا لیڈر اور قریش کی فوج کا جرنیل ابوسفیان اقرار کرتا ہے کہ ہم نے کبھی آج تک اس شخص کو جھوٹ بولتے نہیں سُنا۔

ایک ایک خُلق بیان کروں تو ایک کتاب بن جائے۔ صرف دو تین پر اکتفا کرتا ہوں۔ شجاعت۔ حُنین کے موقع پر مخالف تیر اندازوں کے حملہ سے ساتھی سب منتشر ہو گئے۔ جانے میں گروہ اکیلا دشمنوں کے سامنے آگے بڑھتا جاتا ہے اور پکار کر کہتا جاتا ہے میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں۔ عبدالمطلب کا بیٹا میں ہی ہوں۔ ایک غزوہ میں آپؐ اکیلے ایک جگہ سو جاتے ہیں۔ دشمن کا سردار سر پر پہنچ جاتا ہے اور تلوار سونت کر جگاتا ہے اور کہتا ہے بتا اب اس وقت کون تجھے بچا سکتا ہے۔ وہ شجاعتِ مجسم لیٹے لیٹے ہی کہتا ہے اَللّٰہ۔ اور اتنے دبدبہ اور رُعب اور ہیبت سے کہتا ہے کہ دشمن کے ہاتھ سے ڈر کے مارے تلوار گر جاتی ہے۔

علیؓ شیرِ خدا جیسا بہادر انسان فرماتا ہے کہ آنحضرتؐ ہمیشہ لڑائی میں سب سے زیادہ خطرناک مقام پر ہوا کرتے تھے اور آپؐ کے اردگرد وہی لوگ کھڑے ہو سکتے تھے جو بڑے بہادر ہوں۔ اور دشمن کی سخت یورش کے وقت ہم آپؐ کی پناہ لیا کرتے تھے۔

عفو اور رحم۔ متواتر ۲۱ سال تک دن اور رات مظالم سہنے کے بعد آپؐ مکہ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوتے ہیں۔ کعبہ کے صحن میں کھڑے ہیں۔ بڑے بڑے رؤسا اور اکابرِ قریش پیش ہوتے ہیں ارشاد ہوتا ہے بتاؤ! تم سے اب کیا سلوک کیا جائے؟ وہ بے بسی دیکھ کر یہی کہتے ہیں کہ آپ شریف اور کریم ہیں جو کریں گے بہتر کریں گے حکم ہوتا ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔ نہ صرف یہ کہ کوئی سزا نہیں ملے گی بلکہ تمہارے کئے پر ملامت بھی نہیں کروں گا۔ جانی دشمن ابوجہل کا بیٹا مسلمان ہو کر آیا تو حکم دیا کہ اس کے باپ کا ذکر بُرے الفاظ میں کوئی نہ کرے۔ کیونکہ طبعاً اس سے بیٹے کو رنج پہنچا ہوگا۔ آپؐ چاہتے تو ایک ایک کی گردن اڑا دیتے مگر باوجود اختیار ہونے کے اور حق کے ہونے کے پھر وہ نمونہ عفو اور کرم کا دکھایا کہ دنیا اس کی مثل لانے سے عاجز ہے۔

طائف کے اوباش کئی میل تک آپؐ پر پتھراؤ کرتے چلے آئے۔ فرماتے کہ مجھے ہوش نہ تھا کہ کدھر جا رہا ہوں۔ سر سے پیر تک لہولہان تھا۔ حکمِ الٰہی آیا کہ اگر چاہو تو ابھی ان پر عذاب نازل کر دوں۔ فرمایا نہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایک خدا کی عبادت کریں گے۔

اُحد کا میدان ہے۔ سرِ مبارک زخمی ہو گیا چہرہ میں زرہ گھس گئی۔ چار دانت سامنے کے ٹوٹ گئے۔ اس وقت دعا ہو رہی ہے کہ اے ربّ! میری اس قوم کو بخش دے کیونکہ یہ نادانی سے مخالفت کر رہے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ساری عمر آپؐ نے اپنی ذات کی خاطر کسی سے انتقام نہیں لیا۔

آپؐ پر دونوں قسم کے زمانے آئے پہلا جوانی۔ مغلوبیت۔ مخالفت اور مفلسی کا۔ پھر حکومت۔ فتوحات بادشاہت۔ عزت اور دولت کا۔ دونوں زمانوں میں آپؐ نے وہ کمالِ اخلاق کا دکھایا کہ دنیا حیرت سے انگشت بدنداں ہے۔ پہلے زمانہ میں عفت۔ حیا۔ صدق۔ امانت۔ صبر۔ وقار۔ قناعت۔ استقلال۔ استقامت۔ بے خوف تبلیغ اور اولوالعزمی وغیرہ اخلاق نمایاں طور پر ظاہر ہوئے اور دوسرے زمانہ میں رحم۔ کرم۔ عفو۔ بخشش سخاوت۔ ثابت قدمی۔ ایثار۔ چشم پوشی۔ شجاعت اطاعتِ قانون۔ ایفائے عہد۔ حلم۔ خاکساری اور دنیاوی راحت و آرام سے کنارہ کشی۔ حُسنِ معاشرت۔ عزم کہاں تک بیان ہو سکے سہ

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

کمالِ علم

علم انسان کی بہترین زینت بلکہ مدعائے انسانیت ہے۔ آدم کا کمال اس کا علم ہے علم کی اتنی پیاس کہ ہر صدا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کا ہی سوال رہا۔ اگر علم کا اتھاہ سمندر دیکھنا ہو تو قرآن مجید اور احادیث کا مطالعہ کرو۔ پھر ان جوامع الکلم کو دیکھو جو آپؐ نے بیان فرمائے اور جن میں ایک ایک فقرہ میں علوم کے خزانے ہیں۔ پھر آپؐ کی زندگی کو دیکھو کہ بے نظیر جرنیل بے نظیر خطیب۔ بے نظیر مرشد۔ بے نظیر مفتی بے نظیر مجسٹریٹ۔ بے نظیر مدرس۔ بے نظیر باپ۔ بے نظیر دوست۔ بے نظیر مدبر۔ بے نظیر مبلغ۔ غرض کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہ تھا جس میں آپؐ کا کمال حسن ظاہر نہ ہو۔ پھر ہر حکم جو دیا اس میں حکمت تھی۔ پھر علم کا وہ سمندر کہ اسلام کا ہر شعبہ آپؐ کے اقوال و افعال کی بنا پر قائم ہوا۔ پھر آج تک آئندہ کی پیشگوئیاں پوری ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ پھر قیامت۔ برزخ۔ حشر و نشر۔ جنت دوزخ کا تفصیلی علم۔ پھر سب سے زیادہ ضروری اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کا علم جو گویا دنیا میں بالکل موجود ہی نہ تھا۔

کمالِ تعلیم

جو تعلیم اور شریعت آپؐ دنیا کے لئے لائے اس میں ایسی خصوصیات ہیں جو کسی اور تعلیم میں نہیں ہیں۔ وہ آسان ہے وہ عالمگیر ہے۔ وہ مکمل ہے۔ وہ مدلّل ہے۔ یہ چاروں باتیں دنیا کی کسی بہتر سے بہتر شریعت یا تعلیم میں بھی پائی نہیں جاتیں۔ ان شریعتوں میں یا تو مشکل اور ناقابلِ عمل باتیں ہیں یا وہ مختص القوم یا مختص الملک ہیں۔ یا وہ غیر مکمل ہیں۔ یا وہ بے دلیل زبردستی منوائی جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ عقلی دلائل بیان نہیں کئے گئے

کمالِ جذب یعنی قوتِ قدسی

اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ حضرت موسےٰؑ کے ماننے والوں نے کہا تھا۔ اور ۳۰ روپیہ کے بدلے اپنے خداوند کو پکڑوا دیا اور چار سپاہیوں کے ڈر سے تین دفعہ مسیح ناصری پر لعنت کرنا۔ یہ نمونہ ہے جو دنیا کے دو بڑے مقتدر رہنماؤں کے صحبت یافتہ اصحاب نے دنیا کو دکھایا۔ باقی سب ان سے نیچے ہی ہیں۔ مگر جو نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے سچی قربانیوں اور جانثاریوں کا پیش کیا ہے اس کا ہزارواں حصہ بھی ہمیں تاریخ میں کسی جگہ نظر نہیں آتا۔

عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی میں کچھ باتیں کیں۔ اس کے لڑکے کو اس کا علم ہوا تو حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ حکم دیں تو میں خود اپنے باپ کا سر اڑا دوں حالانکہ میں اپنے باپ کا بڑا خدمتگذار ہوں۔ صد ہا جگہ میں صحابہؓ نے جو جان نثاری کے نمونے آپؐ پر تصدق ہونے کے لئے پیش کئے وہ تاریخِ عالم میں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی بیبیوں نے ناراض کیا ہے آپؐ اس وقت الگ بالاخانہ پر تھے حضرت عمرؓ مزاج پرسی کو گئے۔ دربان نے ان کو اندر نہ جانے دیا۔ وہیں سے آواز دی یا رسول اللہ! عمر اپنی بیٹی حفصہ کی سفارش کے لئے نہیں آیا اگر اشارہ ہو تو حفصہ کا سر کاٹ کر قدموں میں لا ڈالوں۔ غرض عشق محمدؐ کی ایک شراب تھی جو تمام صحابہؓ نے پی رکھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کا ہر قول و فعل، ہر حرکت و سکون انہوں نے عاشقانہ نظر سے دیکھا۔ اور ہم تک پہنچایا۔ وہ شمعِ رسالت کے پروانے تھے اور آپؐ کی قوتِ قدسی کا نمونہ۔ پس ثابت ہوا کہ جیسا آپؐ کی جسمانی و اخلاقی حالت نہایت خوب اور اعلیٰ تھی اسی طرح آپؐ کی روحانی قوت بھی کمال درجہ کا جذب اور اثر اپنے اندر رکھتی تھی۔

شراب عرب کی گھٹی میں پڑی تھی۔ گھر گھر بنتی تھی اور کم از کم پانچ وقت پی جاتی تھی آپؐ کا نقیب حکم پا کر نکلا اور اعلان کر دیا کہ آج سے شراب حرام۔ اسی وقت مدینہ میں جتنی شراب تھی سب لنڈھا دی گئی گلیوں میں بارش کے پانی کی طرح بہتی تھی۔ پھر پتہ نہ لگا کہ شراب کہاں گئی۔ وہ عادی شرابی کس طرح غائب ہو گئے۔ لوگوں نے برتن تک توڑ دئے۔ جن کی رگوں میں بجائے خون کے شراب دوڑا کرتی تھی ان کے منہ سے پھر کسی نے اس کا نام بھی نہیں سُنا۔ کیا یہ جائے تعجب نہیں کہ ایک ان پڑھ فردِ واحد نے عرب کے ان اجڈوں، گنواروں، جاہلوں مشرکوں، توہم پرستوں، جھوٹوں، ڈاکوؤں قاتلوں، شرابیوں، چوروں، زانیوں، غاصبوں خائنوں، کینہ وروں، بے حیاؤں، مفلسوں، مفسدوں، ہرزہ گویوں، بے غیرتوں اور فتنہ پردازوں

کو تھوڑے عرصہ میں متقی۔ نیک۔ صالح۔ صدیق۔ عقلمند۔ عالم۔ عفیف۔ منتظم۔ مدبر۔ امین۔ باحیا۔ دیندار۔ شجاع۔ صاحب اخلاق حسنہ۔ امیر۔ حاکم۔ بادشاہ اور اہل اللہ بنا دیا۔ اور ساتھ ہی دنیا کا استاد۔ فاتح اور مصلح بنا دیا۔ صلے اللہ علیہ وسلم

کمال کامیابی

آپؐ کی کامیابی بھی بے نظیر اور مستقل تھی۔ آپؐ کے دعوٰے کے وقت تمام قوم اور سارا ملک آپؐ کا مخالف تھا۔ اور جو ظلم آپؐ پر یا آپؐ کے ماننے والوں پر کئے گئے ہیں وہ سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں تمام ملک عرب نے آپؐ کے آگے سرنگوں کر دیا۔ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے سوا کوئی بُت یا معبود اس سرزمین میں نہ رہا۔ مخالفین اور ان کے حمایتی اور ان کے جھوٹے معبود سب ہار گئے۔ اور پیروں میں آگرے۔ یہ تو فوری کامیابی تھی۔

مستقل کامیابی یہ کہ اسلام تمام متمدن اور مہذب دنیا پر قلیل عرصہ میں پھیل گیا اور جڑ پکڑ گیا۔ پھر تاوب پر کامیابی یہ کہ دنیا سے شرک کا نام اُٹھ گیا۔ اس وقت تمام مذہبی قومیں موحد ہونے کی مدعی ہیں اور ایک خدا کی قائل ہیں۔ اور یہ اس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی آواز کا نتیجہ ہے جو ۱۴۰۰ سال ہوئے عرب کے ریگستان سے بلند ہوئی تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ علاوہ توحید کے اسلام کے دوسرے اصول اور مسائل عملی طور پر دوسری قومیں مفید سمجھ کر اپنے ہاں داخل کر رہی ہیں مثلاً طلاق۔ خلع۔ مشورہ سے کام کرنا۔ گوشت خوری۔ وراثت میں لڑکیوں کو حصہ دینا۔ ختنہ کرانا وغیرہ

ایک عظیم الشان کامیابی

جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی اور کسی انسان کو دنیا میں حاصل نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ آپؐ پر کروڑوں انسان ۱۴۰۰ سال سے ہر روز ہر وقت اور ہر گھڑی زمین کے ہر ملک اور ہر حصہ میں درود بھیجتے ہیں اور آپؐ کے لئے خاص رحمتوں اور خاص برکتوں کی دعا کرتے ہیں۔ اگر دعا کوئی چیز ہے۔ اگر اس میں کوئی اثر ہے اور انسان کی توجہ میں کوئی طاقت ہے اور کوئی خدا اس زمین و آسمان کا ہے جو دعاؤں کو سنتا اور ان کو قبول کرتا ہے تو پھر یہ بھی یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی شخص ایسا نہیں جو اس فیض اور نعمت سے بہرہ یاب ہو۔ آپؐ کو دنیا میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ موردِ رحمتِ الٰہی ثابت کرنے کے لئے بھی اور صرف یہی ایک خصوصیت کافی تھی۔ اگر اور کوئی نہ بھی ہوتی۔ پس جو شخص یا قوم یا مذہب دعا کا قائل ہے اسے اس کا بھی قائل ہونا پڑے گا۔ کہ محمدؐ رسول اللہ دنیا میں اکیلا انسان ہے جو خدا تعالٰے کی خاص رحمتوں اور برکات کا مورد ہے۔ اس کے برابر تو کیا کوئی اس کا پاسنگ بھی نہیں ہے

مخلوق پر کمال شفقت اور خالق سے کمال محبت

مضمون لمبا ہوگیا کیونکہ حکایت لذیذ بود دراز تر گفتم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلوق پر شفقت کی تو آیتِ قرآنی لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ گواہ ہے۔ انسان تو انسان جانور تک آپؐ کی شفقت سے محروم نہیں رہے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا آپؐ نے بند کیا۔ عورتوں اور لڑکیوں کو آپؐ نے ورثہ دلایا۔ مُثلہ کرنا آپؐ نے بند کیا۔ غلاموں اور ادنٰے قوموں غرض ہر گرے ہوئے انسان کو اٹھا کر آپؐ نے آگے بڑھایا۔ پھر کفار کا یہ کہنا کہ محمدؐ تو اپنے رب کے عشق میں دیوانہ ہوگیا ہے اس محبت کے سمجھ لینے کو کافی ہے جو آپؐ کو اپنے خدا سے تھی۔ یہاں تک کہ دمِ وصال بھی بالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى کے ہی کلمات سنائی دئے۔

زندہ نبی

کمال حُسن وہی دل پسند ہے جو عارضی نہ ہو بلکہ دیرپا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف حسنِ مجسّم تھے بلکہ احسانِ مجسّم بھی تھے آپؐ کی خوبیاں آپؐ تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ ان میں یہ بھی کمال ہے کہ جو شخص جتنا جتنا آپؐ کی اتباع اور محبت کے ساتھ ان کو اختیار کرے۔ اتنا اتنا وہ بھی مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو جاتا ہے۔

جب سے اس جہان میں آپؐ کا ورود ہوا سنتِ الٰہی یہی ہوگئی کہ درگاہِ الوہیت میں داخلہ کے لئے پہلے یہی پوچھا جاتا ہے کہ تم محمدؐ کی امت ہو یا نہیں۔ دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ محمدؐ سے کتنی مشابہت پیدا کی ہے۔ ان دونوں سوالوں کے تسلی بخش جواب پر آستانۂ احدیت میں داخلہ کی اجازت ہوتی ہے اور حسب مراتب جگہ ملتی ہے۔ تمام پہلی شریعتوں کے طومار لپیٹ دئے گئے اور تمام گزشتہ انبیاء کا سکہ منسوخ ہو چکا۔ اب صرف ایک شریعت رائج الوقت اور ایک ہی نبی زندہ ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ ثبوت کے لئے یہی مشاہدہ کافی ہے کہ آج تک کسی اور نبی کے متبع نے یہ دعوٰے نہیں کیا کہ مجھے اپنے نبی کے فیض سے الٰہی کلام اور الہام کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ فیض آپؐ کے آنے کے بعد صرف امتِ محمدیہ سے ہی مخصوص اور محدود ہوگیا ہے جس میں آج تک ہزاروں لاکھوں ایسے گزرے ہیں اور موجود ہیں جو یہ دعوٰے کرتے ہیں کہ ہم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے طفیل دروازہ کلامِ الٰہی کا کھلا۔ اور خدا تعالٰے کا وصال اور قرب نصیب ہوا۔ پس اس لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں کہ آپؐ لوگوں کو خدا سے ملاتے اور ہمکلام کراتے ہیں۔ اور آپؐ کی مماثلت، آپؐ کی مشابہت، آپؐ کی متابعت اور آپؐ کی محبت خدا تعالٰی کے قرب کا وسیلہ ہے۔ جتنا جتنا کوئی شخص اخلاق میں۔ عادات میں۔ عبادات میں۔ علم میں۔ محبتِ الٰہی میں آپؐ کے مشابہ ہوتا جاتا ہے اتنا ہی خدا تعالٰے کے ہاں اس کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر مقامِ وصالِ الٰہی، یعنی اس دنیا میں اللہ تعالٰی سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتا ہے اور یہی وہ شفاعت ہے جو دنیا میں انسانوں کے لئے آپؐ کے فیض سے جاری ہے اور آخرت میں یہی ایک بڑے پیمانے پر ظاہر ہوگی۔ کسی اور نبی کا اتباع اب کسی شخص کو اللہ تعالٰے کا مقرّب نہیں بنا سکتا۔ نہ کسی اور شریعت پر عمل کرنا اسے کسی درجہ کا وارث بنا سکتا ہے۔ اب یہ رستہ محمدؐ اور صرف محمدؐ ہی ہو کر مل سکتا ہے۔ جسے شوق ہو اور ضرورت ہو وہ اُٹھے اور اسی دروازہ کے رستہ سے محبوبِ ازلی کے دربار میں حاضر ہو قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ہم خود گواہ ہیں کہ اس زندہ نبی کے فیض سے یہ زمانہ بھی محروم نہیں رہا اور حضرت مسیح موعود اور مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کا پرتو بڑی ہی شان اور تجلّی سے دنیا میں ظاہر ہوا۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ عَلٰى عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ!

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبّانِ محمدؐ

عجب دارم دلِ آں ناکساں را
کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

خُدا زاں سینہ بیزار است صد بار
کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خُدا خود سوزد آں کرمِ دُنی را
کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس
بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ
دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم
نثارِ روئے تابانِ محمدؐ

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند
نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ

بکارِ دیں نترسم از جہانے
کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرۂ من
کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

بدیگر دلبرے کارے ندارم
کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ

حقیقی اور کامل تعریف

مصرع مندرجہ عنوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک قصیدہ سے ماخوذ ہے جو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں منظوم فرمایا تھا۔ میں نے بہت غور کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو الفاظ انسانوں کی طرف سے کہے گئے ہیں خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے ان میں مصرع مندرجہ بالا سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور حقیقی اور کامل تعریف کا حامل اور کوئی فقرہ نہیں۔

سب سے بڑا باکمال

بے شک دنیا میں تعریف کے مستحق لاکھوں انسان گزرے ہیں اور ان میں سے بعض نے وہ مرتبہ پایا ہے کہ آنکھ ان کی رفعت اور روشنی کو دیکھ کر خیرہ ہوتی ہے۔ اور یہ باکمال لوگ پائے بھی ہر میدان میں جاتے ہیں۔ یعنی دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان لوگوں کے وجود سے خالی ہو۔ مگر ان میں سے کون ہے؟ جس کی ہستی کا ہر پہلو اس کے کمال پر شاہد ہو۔ کون ہے جس کے وجود کا ہر ذرہ اس کے نورِ باطن کا پتہ دے رہا ہو؟ کون ہے جس کی ذاتِ والاصفات کا ہر خلق اس کی یگانگت کی دلیل ہو؟ یقیناً یہ کمال صرف مقدس بانیٔ اسلام (فداہ نفسی) کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور کوئی دوسرا انسان اس صفت میں آپؐ کا شریک نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسنِ خداداد نے دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یدِ بیضا نے ایک عالم کی آنکھ کو مسخر کر لیا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے دمِ عیسوی سے روحانی مردوں نے زندگی پائی مگر باوجود اپنے روحانی کمال کے حضرت مسیح ناصری نے موسیٰ علیہ السلام کا یدِ بیضا نہ پایا اور حضرت موسیٰ کو باوجود اپنی رفعتِ شان کے حسنِ یوسف سے محرومی رہی۔ حضرت یوسف باوجود اپنے ظاہری و باطنی حسن کے حضرت موسیٰ کے یدِ بیضا اور حضرت مسیح کے دمِ عیسوی کو نہ پا سکے۔ لیکن اسلام کا مقدس بانی اپنے ہر وصف میں یکتا ہو کر چمکا۔ اپنی ہر شان میں دوسروں سے بالا رہا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسنِ یوسف۔ دمِ عیسیٰ۔ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مصرع مندرجہ عنوان

یہ شعر بہت خوب ہے۔ بہت ہی خوب ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بھی ارفع ہے۔ آپؐ کا حسن حضرت یوسف کے حسن کو شرماتا ہے۔ آپؐ کے یدِ بیضا کے سامنے حضرت موسیٰ کا یدِ بیضا ماند ہے۔ آپؐ کے انفاسِ روحانی سے حضرت عیسیٰ کے دمِ عیسوی کو کوئی نسبت نہیں۔ میں نے عرض کیا تھا اور پھر کہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حسنِ کمال کی حقیقی تصویر صرف اس مصرع میں ملتی ہے جو سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے نکلا اور میرے اس مضمون کا عنوان ہے۔ میرا یہ دعویٰ محض خوش عقیدگی پر مبنی نہیں ہے بلکہ تاریخ کی مضبوط ترین شہادت اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ رہنمایانِ عالم میں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات وہ ذات ہے جس کا ہر وصف ہر خط و خال۔ ہر ادا آپؐ کے کمال کی دلیل ہے اسی لئے قدرت نے آپؐ کے واسطے وہ نام تجویز کیا جس کے معنی "مجسم تعریف" کے ہیں اور مصرع مندرجہ بالا کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اگر دنیا میں کوئی ہستی ایسی ہے کہ جس کا ہر وصف اسے ہر دوسرے شخص کے مقابلہ میں محمد یعنی قابلِ تعریف ثابت کرتا ہے اور اس کے لئے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت نہیں تو وہ صرف پیغمبرِ اسلام ہے۔

احسنِ تقویم کا کامل نمونہ

میرے لئے اس نہایت مختصر مضمون میں اپنے اس وسیع دعوے کے دلائل لانے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ اس مضمون میں دلائل کا بیان کرنا میرا مقصد ہے۔ میں اس جگہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا رسولؐ مرتبہ کیا رکھتا ہے۔ اور وہ کونسا مقام ہے جس نے اسے اس تعریف کا مستحق بنایا ہے جو مصرع مندرجہ عنوان میں بیان کی گئی ہے سو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ مقام یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نبوت و رسالت کے جملہ کمالات میں اس قدر ترقی یافتہ ہے کہ کسی ایک وصف یا ایک کمال کو لے کر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آپؐ کا امتیازی خاصہ ہے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوانح نگار ہوں اور خدا کے فضل سے آپؐ کے حالاتِ زندگی کا کسی قدر مطالعہ رکھتا ہوں اور میں نے آپؐ کے سوانح کا مطالعہ بھی ایک آزاد تنقیدی نظر سے کیا ہے۔ میں اس معاملہ میں اپنی ذاتی (گو معاملہ کی اہمیت کے مقابلہ میں نہایت ناچیز) شہادت پیش کرتا ہوں کہ میں نے جب کبھی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محاسن کا جائزہ لے کر آپؐ کے وجود میں کسی امتیازی خاصہ کی تلاش کرنی چاہی ہے تو میری نظر ہمیشہ مذبذب ہو کر لوٹ گئی ہے۔ اور کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت نے اپنے نبی میں اوصافِ جلالی کا نور دیکھا تو اسے لے کر اپنے بانی کی تعریف میں پل باندھ دئے۔ حضرت عیسیٰؑ کے متبعین نے اپنے مسیح کے اوصافِ جمالی کا نظارہ کیا تو اس سے مسحور ہو کر انہیں خدا کے پہلو میں جا بٹھایا۔ گوتم بدھ کے نام لیواؤں نے اپنے نبی کی نفس کشی اور قناعت کو دیکھ کر اس کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے۔ مگر اسلام کا بانی خدائے ذوالعرش کی کامل تصویر تھا اس لئے اس کے کمال نے اس بات سے انکار کیا کہ اس کا کوئی وصف اس کے کسی دوسرے وصف سے ہیٹا ہو۔ وہ اپنی امت کی کامل اصلاح کا پیغام لایا تھا اس لئے اس کی تصویر کا کوئی رنگ اس کے دوسرے رنگوں سے مغلوب نہیں ہوا۔ تا ایسا نہ ہو کہ اس کے متبع اس کے غالب رنگ سے متاثر ہو کر اصلاح کے ایک پہلو میں غلو اور دوسروں میں نقصان کا طریق اختیار کر لیں قدرت نے اس کے تمام قوائے فطری کی ایک سی آبپاشی کی اور اس کے وجود میں اپنے اس قول کو کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کمال تک پہنچا دیا۔ اسی واسطے جہاں دوسرے نبیوں کی بعثت کے لئے الٰہی کلام میں ان کے حسب حال اور اور رنگ کے استعارے استعمال کئے گئے ہیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو خدا تعالیٰ نے خود اپنی آمد کہہ کر پکارا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح خدا کی ہستی کی بہترین دلیل خود خدا کی ذات ہے جو بغیر کسی بیرونی توسل کے خود اپنی قدرت و جبروت کے زور سے اپنے آپ کو منواتی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی بہترین دلیل خود آپ کا وجود باجود ہے جو اپنے ہر وصف میں ایک ہی کشش اور ایک ہی طاقت کے ساتھ دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔

نادر کرشمۂ قدرت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت صرف ان روحانی کمالات تک محدود نہیں جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہیں بلکہ اس نادر کرشمۂ قدرت نے دین و دنیا کے جس میدان میں قدم رکھا ہے وہاں حسنِ نا حسان کا ایک کامل نقش اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ یہ دلائل و امثلہ کی بحث میں پڑنے کا موقع نہیں ورنہ میں تاریخ سے مثالیں دے دے کر بتاتا کہ آنحضرت صلے اللہ جب بچہ تھے تو بہترین بچہ تھے اور جب جوان ہوئے تو بہترین جوان نکلے۔ ادھیڑ عمر کو پہنچے تو ادھیڑ عمر والوں میں بے مثل تھے اور جب بوڑھے ہوئے تو بوڑھوں میں لاجواب ہوئے۔ شادی کی تو بہترین خاوند بنے۔ اور جب بادشاہ بنے تو دنیا کے بادشاہوں کے سرتاج نکلے۔ کسی کے دوست ہوئے تو جہان کی دوستیوں کو شرما دیا اور اگر کوئی آپؐ کا دشمن بنا تو اس نے آپؐ کو دنیا کا بہترین دشمن پایا۔ اس نے اپنی آنکھوں کو آپؐ کے سامنے ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا۔ فوج کی کمان لی تو دنیا کے جرنیلوں کے لئے ایک نمونہ بن گئے۔ اور سیاست کی تو سیاست کا ایک بہترین ضابطہ اپنے پیچھے چھوڑا انتظامی حاکم بنے تو ضبط و نظام کی مثال بن گئے اور قضا کی کرسی پر بیٹھے تو عدل و انصاف کا مجسمہ نظر آئے۔ فاتح بنے تو دنیا کے فاتحین کو ایک سبق دیا۔ اور کبھی کسی معرکہ میں حکمتِ الٰہی سے مفتوح ہوئے تو مفتوح ہونے کا بہترین نمونہ قائم کیا۔ معلم خیر بنے تو عذب و تاثیر میں عدیم المثال نکلے۔ اور عابد کا لباس پہنا تو تعبد کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور جب بالآخر خدا کی طرف سے واپسی کا پیغام آیا تو موت کا کیسا دلکش نقشہ پیش کیا کہ نزع کا عالم ہے اور روح جسم کے ساتھ اپنی آخری کڑیاں توڑ رہی ہے اور زبان پر یہ الفاظ ہیں اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یعنی اے مسلمانو! تم خدا کی عبادت میں کبھی سست نہ ہونا کہ وہی ہر خیر و برکت اور ہر قوت و طاقت کا منبع ہے اور دنیا میں جو لوگ تم سے کمزور ہوں اور تمہارے اختیار کے نیچے رکھے جائیں ان کے حقوق کی حفاظت کرنا۔ اور جب رشتۂ حیات ٹوٹنے کے لئے آخری جھٹکا کھاتا ہے تو آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ ہیں اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ یعنی اے میرے آقا تو اب مجھے اپنی رفاقتِ اعلیٰ میں لے لے۔ مجھے اپنی رفاقتِ اعلیٰ میں لے لے۔

غرض جس پہلو سے بھی مشاہدہ کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات دوسرے رہنمایانِ عالم سے اس طرح ممتاز و فائق نظر آتی ہے جیسے ایک بلند مینار آس پاس کی تمام عمارتوں سے ممتاز و بالا ہوتا ہے۔ بس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ بہترین اور حقیقی تعریف ہے کہ

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

انسانِ کامل صلعم

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ — کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ — صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ مقیم مدراس

حضرت سرورِ کائنات وفخرِ موجودات سردارِ دوجہاں محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح ایک فرد کی سیرت نہیں تھی بلکہ ایک تاریخی طاقت کی داستان ہے جو ایک انسانی پیکر میں جلوہ نما ہوئی۔

آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جان سکتا ہے کہ آپؐ کی زندگی کا ہر گوشہ دوسرے گوشہ سے پوری طرح مربوط ہے۔ آپؐ کی زندگی ایک ایسی درسگاہ ہے جس سے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا شخص درسِ انسانیت حاصل کر سکتا ہے۔

آپؐ کی زندگی میں جلال ہے تو جمال بھی ہے روحانیت ہے تو مادیت بھی ہے۔ بحث اجتماعیت ہے تو نمایاں انفرادیت بھی ہے۔ گہری مذہبیت ہے تو ہمہ گیر سیاست بھی ہے۔ مظلوموں سے ہمدردی ہے تو ظالم کا ہاتھ روکنے کی جرات بھی ہے۔

دنیا میں آج تک کوئی انسان ایسا نہیں پیدا ہوا جس میں تمام انسانی کمالات ہوں۔ دنیا میں حکمران اور بادشاہ تو بہت ہیں لیکن ان میں سے اکثر عیاش اور حریص اور زن و زمین پرست رہیں — فلاسفر اور حکماء ہیں لیکن اکثر نکمے بیکار اور صرف کاغذی گھوڑ سوار! — بہادر تو بہت ملیں گے مگر ان میں سے اکثر ظالم سفاک اور جور و جفا پیشہ نظر آتے ہیں — اہل قلم اور شعراء بہت ہیں لیکن بے عمل متخیل اور محض انسانیت کے علمبردار! زاہد تو بہت ملیں گے مگر تنگ نظر اور خشک — اخلاق کے دعویدار بھی بہت ہوں گے مگر ناقص اور عملی میدان میں بڑے بداخلاق!

لیکن حضرت سرورِ کائنات کمالِ انسانیت کا ایسا پیکر ہیں کہ امیر۔ غریب۔ آقا۔ ماتحت افسر۔ ملازم۔ تاجر مزدور۔ جج معلم۔ واعظ لیڈر۔ ریفارمر۔ فلسفی۔ ادیب۔ سیاستدان جو کوئی اس دروازہ محمد صلعم سے گزرتا ہے اسے کسی اور دروازے کو کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ سچ ہے سہ

رَأیٰ اٰرَی فِی وَجِھَاتِ الْمُتَمَلِّلِ
شَانًا یَفُوقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ
لَا شَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی
رِیْقُ الْکِرَامِ وَنُخْبَۃُ الْاَعْیَانِ

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ
خُتِمَتْ بِہٖ نَعْمَاءُ کُلِّ زَمَانِ
(از حج العبید)

کمالِ انسانیت

عشقِ الٰہی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے مجموعہ کا نام ہی انسانیت ہے۔ اور حضرت سردارِ دوجہاں کی مقدس زندگی میں یہ دونوں صفات اپنے انتہائی مرحلہ تک پہنچی ہوئی ہمیں نظر آتی ہیں۔ عشقِ الٰہی اور فنا فی اللہ میں آپؐ کا رتبہ اتنا عظیم ہے کہ آپؐ کی جان کے پیاسے دشمن بھی کہنے لگے تھے کہ قد عشق محمد ربہ کہ محمدؐ تو اپنے رب کا عاشق اور دیوانہ ہے۔

اسی مقامِ فنا فی اللہ کی وجہ سے ہی خدا نے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی فرما کر آپؐ کا فعل اپنا فعل اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی فرما کر آپؐ کا قول اپنا قول قرار دیا تھا۔ حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فرما کر آپؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا تھا گویا کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کے وجودِ اقدس کو اپنا مظہر قرار دیا ہے۔ اسی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:—

"اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریقِ مجاز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت کو اپنی ذاتِ اقدس قرار دیا ہے اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقامِ جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبتِ تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی.... ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور، جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے۔" (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۷۱)

یہاں پر ضمنی طور پر ایک بات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کو ایک نشانی کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے وَنَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ھِیَ بَیْضَاءُ لِلنّٰظِرِیْنَ۔ یعنی حضرت موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ کھینچ کر باہر نکالا تو دیکھنے والوں کے لئے بہت ہی سفید اور روشن نظر آیا۔ لیکن وہ جتنا بھی روشن کیوں نہ ہو وہ بہرحال موسیٰؑ کا ہی ہاتھ تھا لیکن یہاں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے!

یہاں ایک بات اور بھی قابلِ ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کا صرف ہاتھ روشن قرار دیا تھا لیکن حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا فرما کر آپؐ کے وجودِ اقدس کو مجسم نور قرار دیا۔ اور آپؐ کا خطاب ہی خدا تعالیٰ نے سراجاً منیراً رکھا ہے۔ یعنی اپنی ذات میں بہت روشن اور دوسروں کو روشنی بخشنے والا سورج!!

حضرت رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے عشقِ الٰہی کی خاطر ساری دنیا کے مال و متاع کو ٹھکرا دیا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ فرما کر بتایا کہ اگر آپؐ کی پیدائش مقصود نہ ہوتی تو میں یہ عالم کائنات پیدا ہی نہ کرتا۔

اس طرح ایک طرف آپؐ خدا تعالیٰ کے کامل و بے نظیر عاشقِ صادق تھے تو دوسری طرف شفقت علیٰ خلق اللہ میں آپؐ کا ہم مرتبہ نہ اب تک کوئی ہوا ہے اور نہ ہی قیامت تک ہوگا خلق اللہ کی بھلائی اور بہبود کی خاطر آپؐ نے اپنے وجود کی پروا نہ کی اور اپنی زندگی کا مقصود ہی مخلوقِ خدا کی خدمت قرار دیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یعنی مخلوقِ خدا کے ایمان لانے کی خاطر تم ان کے پیچھے پڑکر اپنے وجود کو ہی ہلاک کرنا چاہتے ہو۔

قریشِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ایک دن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! جب ہم مشرک تھے تو مکہ کے کسی بڑے سے بڑے سردار کو بھی یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ ہماری طرف انگلی اٹھا کر بات کر سکے۔ لیکن آج یہ حالت ہے کہ مکہ کی گلیوں میں ہر بچہ ہمارا مذاق اڑانا اور استہزا کرنا اپنا جائز فرض سمجھتا ہے۔ اور کوئی ظلم ایسا نہیں جس کا ہمیں تختۂ مشق نہ بنایا جاتا ہو۔ اس لئے حضور ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس ظلم کا بدلہ ظلم سے دے سکیں۔

اس پر اس مجسم شفقت و محبت نے مسکراتے ہوئے صرف اتنا فرمایا اِنِّیْ اُمِرْتُ بِالْعَفْوِ۔ مجھے صرف عفو و رحم کا ہی حکم دیا گیا ہے۔ حضرت رسول اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کلمہ نکلنا تھا کہ ان کے تمام جوش اور غصہ ٹھنڈے ہو گئے۔ اور مکہ کے ان ظالم و سفاک قریشیوں کے ہر ظلم کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

یہاں کوئی معاند کہہ سکتا ہے کہ چونکہ محمد صلعم مجبور تھے کہ ان سے بدلہ نہیں لے سکتے تھے اس لئے عفو کی تعلیم دی ہو گی۔ اس اعتراض کا جواب فتح مکہ کے موقع پر دنیا دیکھ سکتی ہے۔ فتح مکہ کے وقت حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ تمام ظالم اکٹھے کئے جاتے ہیں جنہوں نے آپؐ کے خلاف اور آپؐ پر ایمان لانے والے اصحابِ کرام کے خلاف ظلم و ستم کا طوفان برپا کیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس بات کا یقین تھا کہ آج ان کے سر گردنوں سے [illegible] ہونے والے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے جو ظلم اور جور و جفا کئے تھے ایسے نہیں تھے کہ انہیں معاف کیا جاتا۔ دوسری طرف دس ہزار جان نثار قدسی آپؐ کے اشارے کے منتظر تھے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک مختار حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے تھے لیکن اس مجسم پیکرِ محبت و شفقت نے ان تمام ظالموں کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ فرما کر عفوِ عام کا اعلان فرمایا۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کا یہ نمونہ اب تک کسی تاریخ نے پیش نہیں کیا ہے!!

کاملِ اخلاق

حضرت معلم [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمد کی غرض ہی یہ بیان فرمائی۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ کہ میں اخلاق کریمہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں چنانچہ خدا تعالیٰ نے بھی اس بات کی تصدیق اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہہ کر فرمائی ہے۔

قرآنِ کریم آج تک دنیا کو اس بات کا چیلنج دے رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی قسم کا کوئی عیب یا نقص دکھائے۔ چنانچہ حکم ہوا کہ یہ اعلان کریں فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ تم کوئی گناہ یا عیب میری زندگی میں ثابت نہیں کر سکتے۔

اس چیلنج کا آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اس کے بالمقابل آپؐ کے شدید ترین دشمن اور خون کے پیاسے ابو جہل کو بھی قرار کرنا پڑا تھا کہ اِنَّا لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ مَا جِئْتَ بِہٖ تمہارے راستباز و صادق ہونے میں کوئی کلام نہیں اور نہ ہم تمہاری تکذیب کرتے ہیں بلکہ ہم اس پیغام کو جھٹلاتے ہیں جس کو لے کر تم آئے ہو۔

اسی طرح حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری کی یہ شہادت ہے کلّا واللہ ما یخزیک اللہ ابدًا انک لتصل الرحم وتحمل الکلّ وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق کہ خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور نہ تنگ کرے گا اس لئے کہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں اور مختلف پریشانیوں اور تنگیوں میں مبتلا لوگوں کے بوجھ ہلکے کرتے ہیں۔ غریب پروری فرماتے اور ستم رسیدوں کی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے نہایت شاندار اور مختصر الفاظ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا نقشہ کانَ خُلقہ القراٰن کہہ کر کھینچا ہے۔ اور آپ کو اخلاقِ قرآنی کا مجسمہ قرار دیا ہے۔ غرضیکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کریم کا مکمل آئینہ ہیں اور آپ کے کمالِ انسانی کی عظیم الشان دلیل ہیں۔

آپؐ کے ذریعہ عظیم انقلاب

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے سنگلاخ اور ریگستانی علاقہ میں جو عظیم انقلاب برپا فرمایا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک فردِ واحد امّی نے عرب کے ان گنوار۔ جاہل ۔ قاتل۔ زانی شرابی بے حیا۔ خائن۔ مشرک اور بے عزت لوگوں کو نہایت قلیل عرصہ میں اپنی قوتِ قدسیہ کے ذریعہ متقی ۔ صالح ۔ صدیق ۔ عاقل ۔ عالم ۔ مدبر امین باحیا۔ دیندار ۔ شجاع ۔ غیور ۔ صاحب اخلاقِ حسنہ ۔ امیر ۔ بادشاہ ۔ حاکم اور اہل اللہ بنا کر رہتی دنیا تک کے لئے استاد ومعلم بنا دیا۔ اور اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم فرما کر انہیں قیامت تک کے لئے دنیا کے لئے مشعلِ راہ بنا دیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

صَادَفْتَھُمْ قَوْمًا کَرَوْثٍ ذِلَّۃً
فَجَعَلْتَھُمْ کَسَبِیْکَۃِ الْعِقْیَانِ
حَتّی انْثَنٰی بَرٌّ کَمِثْلِ حَدِیْقَۃٍ
عَذْبَ الْمَوَارِدِ مُثْمِرَ الْاَغْصَانِ
عَادَتْ بِلَادُ الْعُرْبِ نَحْوَ نَضَارَۃٍ
بَعْدَ الْوَجٰی وَالْمَحْلِ وَالْخُسْرَانِ

یعنی آپ نے ان کو گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا تھا۔ پھر آپ نے انہیں سونے کی ڈلی کی طرح بنا دیا۔ یہاں تک کہ عرب کا خشک جنگل اس باغ کی مانند ہو گیا جس کے چشمے شیریں اور درختوں کی شاخیں پھلدار ہوتی ہیں۔ عرب کی یہ سرزمین ویرانی خشکی اور تباہی کے بعد سرسبز ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

کامل استاد کامل شاگرد

آپؐ کی قوتِ قدسیہ نے صحابہ کرام میں سچی قربانیوں اور جاں نثاریوں کا اعلیٰ جذبہ اور نمونہ پیدا فرمایا تھا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم نے آپ کو فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ کہہ کر آپ کا مذاق اڑایا تھا۔ یعنی اے موسےٰ! تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھ کر تماشہ دیکھیں گے

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری نے صرف ۳۰ چاندی کے سکوں کے عوض اپنے مرشد کو گرفتار کروایا تھا۔ اور ایک دوسرے حواری نے صرف اپنی جان بچانے کی خاطر مسیح کو پہچاننے سے انکار کیا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ پر تین دفعہ لعنت بھی بھیجی تھی۔

اس کے بالمقابل حضور صلعم کے ساتھ نہایت نازک موقع پر آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی ہم کسی بھی دشمن کو آپ تک پہنچنے نہیں دیں گے جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔

ایک موقع پر ایک صحابی حضرت زید بن دثنہ نے ننگی تلوار کے سامنے کھڑے ہو کر دشمن کے ایک مطالبہ کے جواب میں کہا تھا کہ میرے بچ جانے کے عوض میں میں اتنا بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھ جائے۔

اس زمانہ میں فنافی الرسول ہو کر ایک عاشق محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمد است

عشق کا لازمی نتیجہ اپنے معشوق کے لئے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہونا ہے۔ چنانچہ اسی عاشقِ صادق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کمال محبت اور عشق کے نتیجہ میں فرمایا تھا:۔

"عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتے رہتے ہیں ان کے دلآزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں!" (آئینہ کمالاتِ اسلام)

حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال پر چودہ سو سال ہو رہے ہیں لیکن آج بھی آپؐ کی ذاتِ والا صفات پر مر مٹنے والے کروڑوں لوگ پائے جاتے ہیں۔ ان سب میں اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند و بالا ہے۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت ہی زیادہ تعریف کے قابل یعنی محمد ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت زیادہ تعریف کرنے والے یعنی احمد ہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے لئے ایک عیسیٰ کو مقرر فرمایا تھا اس سے کہیں بڑھ کر محمدؐ کے لئے ایک احمد کو مقرر فرمایا۔ لیکن رتبہ اور مقام کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ سے بہت بڑھ کر۔

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

گویا آپؐ کا مقام اتنا بلند ہے کہ آپؐ کے ایک غلام کو خدا تعالیٰ نے مسیح الزمان بنایا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
مصطفےٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
مورِدِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں جمایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسُل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

فرقۂ نسواں کو آزادی دلانے والا محسنِ حقیقی

سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورسارا ٭ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

از جاوید اقبال اختر

خدا تعالے بیش بہا رحمتیں نازل فرمائے اس ہادیٔ اعظم پر۔ بے شمار فضلوں سے نوازے اس محسن اعظم کو جس نے تمام دنیا پر علاوہ دیگر بیش قیمت احسانات عظیمہ کے ایک احسان یہ بھی کیا کہ عورتوں کے گلے میں جو غلامی کا ہار زمانے ہمیشہ سے پہنا رکھا تھا اتار کر آزادی کی زندگی بخشی صنفِ نازک کی قدیم تاریخ دنیا کی ایک ایسی دردناک داستاں ہے کہ کوئی شخص اس کا مطالعہ کرلے کے بعد مشکل سے اس کی صحت کا یقین کرسکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ بدنما داغ انسانیت کی پیشانی سے مٹ نہیں سکتا کہ مرد نے اسی آغوش کو زخمی کیا جس میں اس نے پرورش پائی۔ اسی سینہ کو مجروح کیا جس کے ساتھ اس کا رشتۂ حیات وابستہ تھا۔

بعثتِ نبوی سے قبل عورت کی حیثیت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عورت کی حیثیت ایک غلام اور مملوک کی طرح تھی۔ وہ اپنی جائداد کی مالک نہ تھی۔ اس کا خاوند اس کی جائداد کا مالک سمجھا جاتا تھا اسے اس کے باپ کے مال میں سے حصہ نہ دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے خاوند کے مال کی بھی وارث نہ سمجھی جاتی تھی۔ جب کسی مرد سے اس کا نکاح ہو جاتا تھا تو ہمیشہ کے لئے اس کی قرار دے دی جاتی تھی اور کسی بھی صورت میں اس سے علیحدہ نہ ہو سکتی تھی۔ اس کا خاوند اس کو جدا کر سکتا تھا لیکن اس کو جدا ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔ اس کا یہ فرض سمجھا جاتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اور بچوں کو مزدوری وغیرہ کر کے پالے پوسے۔ اور خاوند کا اختیار سمجھا جاتا تھا کہ وہ ناراض ہو کر اس کو مار پیٹ بھی سکتا تھا۔ لیکن وہ اس کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتی تھی۔ بعض ملکوں میں عورت خاوند کے رشتہ داروں کی ملکیت سمجھی جاتی تھی کہ خاوند کے فوت ہونے پر اس کے رشتہ دار جس سے چاہیں نکاح کردیں۔ بعض خاوند بیویوں کو فروخت کر دیا کرتے تھے یا جوئے اور شرطوں میں ہار دیتے تھے۔ آہ وہ درد و الم کی پر سوز داستان ہے کہ پانڈوؤں جیسے عظیم الشان شہزادوں نے اپنی بیویوں کو جوئے میں ہار دیا اور دروپدی جیسی شریف شہزادی اپنے ملک کے قانون کے سامنے اُف تک نہ کرسکی

عورت گھر کے معاملہ میں کچھ اختیار نہ رکھتی تھی خاوند عورتوں کی جائداد کو اڑا جاتے تھے اور اس کو بغیر کسی گزارہ کے چھوڑ دیتے تھے وہ بیچاری اپنے مال سے صدقہ و خیرات یا رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی مجاز نہ تھی جب تک کہ خاوند کی مرضی نہ ہو اور بھلا وہ خاوند جس کی نظر اس کی جائداد پر ہوتی تھی اس بات کے لئے کیسے راضی ہو سکتا تھا۔ عورتوں کو مارا پیٹا جاتا اور اسے خاوند کا جائز حق تصور کیا جاتا اور دنیا کی سب قوموں میں عورت کی فطرت کو مرد کے مقابلہ میں بہت کمزور اور ادنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ یونانی کہتے تھے کہ "سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے"۔ سقراط کہتا تھا کہ "عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز اور کوئی دنیا میں نہیں۔"

یہ خیال صرف حکماء اور فلاسفروں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ مذہبی دنیا میں بھی عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یوحنا کا قول ہے کہ "عورت شر کی بیٹی ہے اور امن و سلامتی کی دشمن ہے" روایاتِ انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی اپنی ماں کو جھڑک دینا ظاہر ہوتا ہے۔ الغرض دنیا کے تمام فلاسفر حکما۔ سیاسی رہنما اور دیگر تمام مذاہب میں عورت کو حقیر سمجھا جاتا تھا

عرب میں تو یہ حال تھا کہ جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو باپ کا منہ غم کی وجہ سے سیاہ ہو جاتا تھا کہ ذلت کو اختیار کرکے اس کو زندہ رہنے دوں یا زندہ درگور کردوں۔ پانچ چھ سال کی لڑکی کو باپ جنگل کی طرف لے جاتا اور گڑھے کے کنارے پر جو اس غرض کے لئے پہلے ہی کھود رکھا ہوتا تھا اسے کھڑا کرکے دھکا دے کر اس میں گرا دیتا۔ چیختی چلاتی ہوئی لختِ جگر پر مٹی ڈال کر اس سنگدلی کا ثبوت دیتا جس کے سامنے پتھر بھی پانی ہو جائیں۔ ایک شاعر اسی سنگدلی اور دختر کشی کا نقشہ یوں کھینچتا ہے کہ ؎

تھوی حیاتی واھوی موتھا شفقا
والموت اکرم نزال علی الحرام

یعنی وہ عورت میری زندگی چاہتی ہے اور میں از روئے شفقت اس کی موت چاہتا ہوں کیونکہ موت عورت کے حق میں بہترین مہمان ہے

بعض دفعہ عورت سے نکاح کے وقت معاہدہ کر لیا جاتا کہ جو لڑکی پیدا ہوگی اسے مار ڈالا جائے گا۔ چنانچہ اس صورت میں اس غریب ماں سے تمام کنبہ کی عورتوں کے سامنے اس ظلم کا ارتکاب کروایا جاتا۔ لیکن افسوس! صد افسوس!! کہ نہ سلسلۂ موسویہ نے اس طرف توجہ کی نہ حضرت داؤدؑ اس کا کچھ مداوا کر سکے نہ وید مقدس نے عورت کی مظلومیت کو ختم کرنے کی کوشش کی اور نہ حضرت مسیحؑ کی صلح کل تعلیم ان امور کا مداوا کر سکی۔ غرضیکہ دنیا میں ہر طرف ظھر الفساد فی البرّ والبحر کا دور دورہ تھا اور ہر طرف ضلالت و گمراہی، دہریت، ظلم و ستم اور خونریزی کی چیل پہل تھی۔

آنحضرت صلعم نے مبعوث ہوکر عورت پر کیا احسانات کیے

یکایک غیرتِ حق کو حرکت ہوتی ہے۔ ابرِ رحمت کا نزول ہوتا ہے اور مصلح اعظم رحمۃ للعالمین۔ دنیا کا نجات دہندہ۔ محسن حقیقی۔ خیر البشر اور تمام کمالات کے جامع حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ پرنور ہوتا ہے۔ آپؐ کی آمد نے تاریکی کو روشنی سے ظلمت کو رحمت سے ضلالت کو ہدایت سے بدل دیا۔ عدل و انصاف۔ محبت و رحم، مساوات اور حریت کی بادِ صبا چلا دی۔ مظلوموں کو ظالموں کے پنجے سے رہائی دلائی اور عورتوں کی عزت و احترام اور مساوی حقوق کو قائم کیا۔ آپؐ نے خدا تعالےٰ سے علم پاکر یہ اعلان فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے خاص طور پر مجھے عورتوں کے حقوق کی نگہداشت سپرد کی ہے۔ آج سے مرد اور عورت بلحاظ انسانیت برابر ہیں۔ اور جس طرح مرد کو عورت پر بعض حقوق حاصل ہوتے ہیں اسی طرح عورت کو بھی مرد پر بعض حقوق ہوتے ہیں۔ عورت اسی طرح جائداد کی مالک ہو سکتی ہے جس طرح مرد ہو سکتا ہے اور خاوند کا کوئی حق نہیں کہ اس کے مال کو استعمال کرے۔ سوائے اس کے کہ عورت اپنی خوشی سے کچھ بطور ہدیہ دیدے۔ وہ اپنے ماں باپ کے مال کی اسی طرح وارث ہوگی جس طرح ایک بیٹا اپنے ماں باپ کے مال کا وارث ہوتا ہے ہاں چونکہ خاندانی ذمہ داریاں مرد پر زیادہ ہوتی ہیں اور عورت پر صرف اپنی ذات کا بار ہوتا ہے اس لئے اسے مرد سے آدھا حصہ ملے گا۔ عورت خاوند کے مرنے کے بعد بھی اس کے مال کی وارث ہوگی۔ اس کی شادی بیشک ایک پاک اور مقدس عہد ہے جس کا توڑنا نہایت معیوب ہے لیکن یہ نہیں کہ اگر عورت اور مرد کی طبیعت میں خطرناک اختلاف ہو تو وہ اس معاہدہ کو بہ رضامندی باطل کر دیں اور مرد کے عورت کو جدا کرنے کی صورت میں مہر کا مکمل ادا کرنا اور جو مال اُسے دیا ہے واپس نہ لینا واجب ہوگا۔

آپؐ نے نہ صرف مردوں کو اشرف المخلوقات کا تاج پہنایا بلکہ عورت کو بھی اس کے دوش بدوش کھڑا کر دیا۔ اور تمام خونخوار کانوں تک یہ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ کی آواز سے کر دیا۔ یعنی وہ وقت بھی آئے گا کہ جب یہ سوال کیا جائے گا کہ زندہ لڑکی کو کس گناہ کے عوض مارا گیا۔ اس آواز نے دنیا میں ایسی ایسی گونج پیدا کی کہ تمام دنیا کو اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔

پھر فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور پھر حقوق کی نسبت قرآن کریم کے ذریعہ بتایا کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ یعنی عورتوں کے لئے بھی ایسے ہی حقوق مردوں پر مقرر ہیں جس طرح مردوں کے لئے عورتوں پر۔ اور اس نا چیز ہستی کو ہر ایک عبادت علم و عمل میں مردوں کے برابر کا حقدار قرار دیا۔ اور دنیا کو بتلا دیا کہ وہ نیکی و بدی میں جزا سزا کی یکساں حقدار ہے جیسا کہ وہ اپنے معبودِ حقیقی کو راضی کرکے ہر ایک انعام و اکرام کا وارث ہو سکتی ہے۔ ویسے ہی صنفِ نازک کے لئے اعمالِ صالحہ اور جنت الفردوس کا دروازہ کھلا ہے۔

اس سید ولد آدم نے فرقۂ اناث کی عزت و توقیر کو صرف اپنی قوم یا مذہب تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ حضورؐ ہر ایک مذہب و ملت کی عورتوں کی عزت افزائی فرماتے تھے چنانچہ جنگ حنین کے قیدیوں میں حضور کی رضاعی بہن آپؐ کے سامنے لائی گئیں تو آپؐ نے ان کو پہچان کر اپنی چادر ان کے سامنے بچھا دی۔ نہایت عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا۔ ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا مگر انہوں نے اپنی قوم میں رہنا پسند کیا۔ اس پر حضورؐ نے نہایت احترام اور تحائف کے ساتھ ان کو واپس کر دیا۔

آپؐ نے فرقۂ نسواں کو آزادی دلا کر ۔۔۔ بیچ

کے لئے یہ فیصلہ فرمادیا کہ خاوند اپنی بیوی کا مالک نہیں۔ وہ اسے بیچ نہیں سکتا۔ نہ ہی اسے خادموں کی طرح رکھ سکتا ہے۔ اس کی بیوی کھانے پینے میں اس کے ساتھ شریک ہے۔ خاوند کے مرنے کے بعد اس کے رشتہ داروں کو بھی اس پر کوئی اختیار نہیں۔ وہ آزاد ہے نیک صورت دیکھ کر اپنا نکاح کر سکتی ہے صرف چار ماہ دس دن تک اسے خاوند کے گھر ضرور رہنا چاہیئے تاکہ اس وقت تک وہ تمام حالات ظاہر ہو جائیں جو اس کے اور خاوند کے دوسرے متعلقین کے حقوق پر اثر ڈال سکتے ہیں۔ خاوند اگر ناراض ہو تو خود گھر سے الگ ہو جائے عورت کو گھر سے نہ نکالے کیونکہ گھر عورت کے قبضہ میں سمجھا جاتا ہے۔ بچوں کی تربیت میں عورت کا بھی حصہ ہے۔ اسے بچہ کے متعلق تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ دودھ پلوانے اور بچے کی نگرانی وغیرہ کے متعلق تمام امور میں عورت سے مشورہ لینا چاہیئے۔

آپ خود ہمیشہ خانگی امور میں بیویوں کو مدد دیتے۔ اور فرماتے کہ جیسے تمہارے حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اسی طرح تمہاری بیویوں کے حقوق تم پر ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں خدا کی امانت ہیں۔ پس تم ان سے نیک سلوک کرو۔ حضرت خدیجہؓ کا ان کی فوتیدگی کے بعد بڑی محبت سے تذکرہ فرماتے

غرض بانیٔ اسلام نے عورتوں کے درجہ کو بلند کر کے، ان کے مساوی حقوق قائم کر کے ان کا احترام مردوں پر واجب کر دیا اور یہی وہ کمی تھی جس کو امم سابقہ کے ہادی پوری نہ کر سکے تھے۔ بانیٔ اسلام کی اس عزت افزائی کے باعث زندہ درگور کی جانے والی عورت علم و عمل، زہد و تقویٰ، اور خدمتِ دین کے میدان میں بسا اوقات مردوں سے بھی گوئے سبقت لے گئی۔

چونکہ حضورؐ روحانی مصلح تھے اس لئے آپؐ کے متعدد نکاحوں کی بنیاد فوائدِ کثیرہ ملک و ملت اور قوم و امت کے مصالح جمیلہ پر تھی۔ اور مستورات میں سے بھی آپ ایک صحیح اصلاحی اور تبلیغی جماعت پیدا کرنا چاہتے تھے جو کتاب و سنت اور بالخصوص حیاتِ طیبہ کے مستور حصہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کرے اور علم و عمل میں نسوانِ امت کے لئے بہترین نمونہ ہو اور مستورات سے متعلق تمام مسائل سے کما حقہٗ واقف ہو

خدا تعالیٰ کرے کہ آپؐ کا یہ احسانِ عظیم تمام دنیا پر پھیلتا چلا جائے۔ اور اس کے نتیجہ میں صنفِ نازک کی فلاح و بہبود کے سامان میسر آتے رہیں۔

اللّٰہم صلّ علیٰ محمدٍ و آلِ محمدٍ و بارک و سلّم

اگر کوئے محمدؐ میں تو اے بادِ صبا پہنچے

از جناب حسن رہتاسی احمدی مرحوم

سرِ عرشِ بریں جونہی شہِ ہر دو سرا پہنچے
ملائک۔ حور و غلماں وجد میں ایسے ہوئے بیخود
مقامِ ارفع و اعلیٰ پہ اکثر انبیاء پہنچے
سرِ سینا بصد مشکل پہنچ کر تھک گئے موسیٰؑ
مسیحا پھر نہ لوٹے پر سوار توسنِ اسریٰ
جہاں وہم ملائک نے گمانِ انبیاء پہنچے
نہ برق و باد ہی پہنچے نہ ساون کی گھٹا پہنچے
جہاں غلمانِ احمدؐ کی نگاہِ دلربا پہنچے
کوئی زر دے کے پہنچا اور کوئی گھر دے کے جنت میں
وہ تاجِ قیصر و کسریٰ وہ کرّ و فرِّ شاہانہ
پہنچنا ان کا احسن ہے جو پہنچے کامرانی سے
خدا کو چھوڑ تکیہ ناخدا پر کیوں کرے کوئی؟
درِ جاناں پہ جانے کو کھلے تھے مختلف کوچے
بجز اسلام لیکن ہو چکیں مسدود سب راہیں
نہ پہنچا کوئی اُن راہوں سے پر اس راہ سے دیکھو
کہاں ہم اور کہاں بزمِ محمدؐ بس غنیمت ہے

فقط گونجی ندا کے پاس محبوبِ خدا پہنچے
اچھلتے کودتے پڑھتے ہوئے صلِّ علیٰ پہنچے
نہ پہنچا کوئی اس حد پر جہاں خیر الوریٰ پہنچے
سرِ عرشِ علا لیکن محمدؐ مصطفیٰ پہنچے
شبا شب عرش سے ہو کر درِ دولت پہ آ پہنچے
وہاں برقِ جہاں بن کر براقِ مصطفیٰ پہنچے
براقِ مصطفیٰ کی جس جگہ پر گردِ پا پہنچے
دمِ عیسےٰؑ وہاں پہنچے نہ موسےٰؑ کا عصا پہنچے
جو وقت آیا تو جاں دے کر بھی مردانِ خدا پہنچے
ہؤا سب کچھ فنا جونہی محمدؐ کے گدا پہنچے
پھرے ناکام جو واپس وہ پہنچے بھی تو کیا پہنچے
لبِ ساحل پہ کشتی کے سوا جب باخدا پہنچے
مقدر تھا پہنچنا جن کا ان کوچوں سے جا پہنچے
نہیں ممکن کہ اب کوئی بھی اس راہ کے سوا پہنچے
مسیحا بن کے امت میں جنابِ میرزا پہنچے
کہ اٹھتے بیٹھتے گرتے سنبھلتے ہم بھی آ پہنچے

یہ کہہ دیجو گنہگارانِ امت میں حسنؔ بھی ہے
اگر کوئے محمدؐ میں تو اے بادِ صبا پہنچے

ایک ایمان افروز خوشخبری

دارالہجرت ربوہ میں مجلسِ شاورت ۳۰ر مارچ سے یکم اپریل تک منعقد رہ کر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تینوں دن شرکت فرما کر اپنے خدام کو نہایت قیمتی نصائح سے نوازا۔ الحمد للہ احباب کرام اس خوشخبری کو پڑھ کر بیحد مسرور ہوں گے کہ

ہماری جماعت نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے دو کروڑ روپیہ سالانہ بجٹ کی سرحدوں کو چھو لیا ہے۔ الحمد للہ

یہ نہایت ایمان افروز خبر ہے جس سے ایک طرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت خدا کے فضل سے بہت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے اور دوسری طرف یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اشاعتِ اسلام کی خاطر جماعت کی قربانی کا معیار بڑھ رہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت قریب تر آ رہا ہے

زندہ باد جماعتِ احمدیہ! جس نے تن من دھن سے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار وعدے اور سیدنا حضرت خاتم النبیین محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ مجلس شاورت کی مفصل رپورٹ ان شاء اللہ بدر کے آئندہ شماروں میں شائع ہوگی۔

ایڈیٹر

اعلانِ نکاح - مورخہ ۶ر اپریل بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر مسجد مبارک میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے برادرم عزیز احمد صاحب ابن شریف احمد صاحب درویش شیخوپوری کا نکاح بشریٰ بیگم صاحبہ بنت مکرم اسرار احمد صاحب ساکن امروہہ یوپی سے بعوض ایک ہزار روپیہ حق مہر پڑھا۔ احباب اس رشتہ کے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کریں۔ [illegible] ناظر [illegible] قادیان

میرا آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمزور انسان کا نجات دہندہ

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

انسان کیا ہے؟

اپنی سرشت کے اعتبار سے ایک گندہ اور حقیر پانی! یعنی نطفہ پھر علقہ۔ پھر مضغہ۔ پھر ہڈی۔ پھر ہڈی پر گوشت چڑھایا جاکر انفاخ روح کے نتیجہ میں ایک جیتا جاگتا۔ ہنستا روتا۔ کبھی گھسٹ گھسٹ کر اور کبھی گر گر کر چلتا، اور چل چل کر گرتا ہوا کمزور اور نحیف بچہ۔ جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا ہے اور جب اپنی جسمانی نشو و نما کے کمال کو پہنچتا ہے تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ اب میں کبھی نہیں گرنے کا! حالانکہ درحقیقت اس کی لغزش پا اور گرنے کا نقطۂ آغاز ہی اس کے نشو و نما کا کمال ہی ہوتا ہے۔ جبکہ نشو و نما کے کمال کی حدت اس کی نفسانی بھوک کو بیدار کرتی ہے۔ اور وہ بھوک سے بیتاب ہو کر معصیت کے سمندر میں اتر کر خوبصورت مچھلیوں کے شکار کے شوق میں چکنے پھسلنے پتھروں پر قدم رکھتا ہے۔ اور گر گر ہر بار پشیمان ہوتا ہے۔ اور آئندہ اس غلطی کا ارتکاب نہ کرنے کا عہد کرتا ہے لیکن اس کی فطری کمزوری پھر اسے کھینچ کر اسی طرف لے جاتی ہے

آہ! کتنا کمزور ہے یہ بزعم خود طاقتور انسان! اس بچے سے بھی کمزور تر جو ماں کے منع کرنے کے باوجود قلفی والے کی آواز سنتے ہی گلی کی طرف لپکتا ہے اور گھٹیا قلفی کھا کر بیمار پڑتا ہے۔ لیکن صحت ہوتے ہی قلفی والے کی آواز اس کے دل کو گدگداتی ہے۔ اور انسان تو اس بچے سے بھی کمزور ہے۔ شاید میں اس کی کمزوری کا صحیح نقشہ نہیں کھینچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے جامع الفاظ میں اس کی کمزوری کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا

کہ انسان کو بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اتنا کمزور کہ اس کا آغاز بھی کمزوری سے ہوا اور اس کا انجام بھی کمزوری ہے۔ پھر فرماتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ یعنی یہ انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ یوں سمجھئے کہ جلد بازی اگر کوئی مادہ ہے تو اسی سے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ اُف انسان اتنا کمزور اور غلطیوں کا پتلا۔! اور مقصد حیات اتنا عظیم کہ خدا کا عبد بن جانا اس کی منزل قرار دی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے رنگ (صبغۃ اللہ) میں رنگین ہو کر اس کی رضا کی جنت کو پالینا اس کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجا آوری کس طرح ہو سکتی ہے۔ یہ ایک سوال ہے جو بار بار کمزور اور ضعیف البنیان انسان کے ذہن میں ابھرتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ لغزشوں، غلطیوں اور گناہوں کا بوجھ کس طرح اس کی پیٹھ سے اتر سکتا ہے۔ اور کن اعمال سے وہ خدا تعالیٰ کا عبد بن سکتا ہے۔ خدا کے رنگ کو اپنے وجود بلکہ روح پر چڑھا لینے کا طریقۂ کار کیا ہے اس کی رضا کی جنت تک پہنچانے والا جادۂ مستقیم کونسا ہے۔ اس گتھی کو سلجھانے کے لئے وہ جب عیسائیت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو بظاہر میٹھا لیکن غیر حقیقی جواب ملتا ہے کہ فکر مت کرو! یہ بوجھ تو حضرت مسیح اٹھا چکے ہیں اور تمہارے گناہوں کے کفارہ کے لئے ہی انہوں نے صلیب کی لعنتی موت قبول کی تھی! لیکن وہ اپنے ضمیر کو نجات کے اس طریقہ کار پر مطمئن نہ پاکر ہندو مت کے علماء کے پاس جاتا ہے اور یہ جواب پاتا ہے کہ نجات تو گناہوں سے ممکن نہیں۔ جونوں کے ایک سلسلہ دراز میں سے تمہیں کروڑوں برس گزرنا ہوگا۔ وہ کئی مذاہب کے علماء سے اسی قسم کے ناقابل یقین جواب سن کر جب مایوسی کے قریب پہنچ جاتا ہے تو میرے آقا و مطاع شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کیا تم اپنی کمزوریوں سے پریشان اور لغزشوں سے ہراساں ہو؟ آؤ! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میری طرف دیکھو! اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں۔ تم اپنے کمزور پہلو پر ہی نظر نہ رکھو۔ تمہارے اندر بعض ایسی خصوصیات اور استعدادیں پنہاں ہیں جو فرشتوں کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔ چنانچہ خالق حقیقی نے تمہارے حق میں فرمایا ہے یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ۔ یعنی اے انسان تجھ میں اتنی طاقت قوت اور استعداد ودیعت کی گئی ہے کہ تو پورا زور لگا کر اپنے رب کی طرف جانے والا ہے۔ اور اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔ اسی لئے تو یہ عبادت کا بوجھ تم پر رکھا ہے۔ ورنہ آسمان اور زمین اور پہاڑ سب ہی اس ذمہ داری کے اٹھانے سے ڈر گئے تھے۔ لیکن حَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا۔ یعنی انسان نے اس ذمہ داری کو اٹھا لیا۔ کیونکہ وہ اپنے نفس پر بہت بار ڈالنے والا اور اس کی سرکشیوں کو دبانے کی طاقت رکھنے والا اور مصیبتیں جھیل کر بھی مصیبتوں کو بھول جانے والا ہے۔

تمہیں اس بات میں شک ہے تو میری طرف دیکھو! میں بھی تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے "عبد اللہ" کے خطاب سے نوازا ہے اور اتنا بلند اور اعلیٰ اور ارفع مرتبہ قرب کا مجھ کو عطا فرمایا ہے کہ تمہارا ادراک اس مقام کی حقیقت کو معلوم کرنے سے قاصر ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

قارئین کرام! یہ کوئی قصہ یا افسانہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ ایک مایوس اور پریشان انسان کے لئے جو ایک طرف اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی سے خائف اور دوسری طرف جنت کی رعنائیوں کو دیکھ کر دل مسوس کر رہ جاتا ہے کہ اے کاش! میں انہیں پا سکتا، ہمارے محبوب آقا محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم یہ جانفزا مژدہ سناتے ہیں کہ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ۔ یعنی اے کمزور اور خطاکار انسان! غلطیاں تو بشری سے سرزد ہوتی ہیں لیکن اتنا خیال رہے کہ اعمال صالحہ کا پلڑا بھاری رہے۔ اگر تو نے اسے ملحوظ رکھا تو نجات کا مستحق ٹھہرے گا۔

چنانچہ بشریت کی اندھیری گلیوں میں میرا آقا و مطاع ہدایت و رہنمائی کی شمعیں لئے ہر رہگذر اور ہر موڑ اور زندگی کے ہر نشیب و فراز پر ہماری دستگیری کے لئے موجود ملتا ہے تاکہ کمزور انسان کو ہلاکت کے گڑھوں اور پھسلنے کے مقامات سے محفوظ رکھ کر اس صراط مستقیم پر ڈال دے جو جنت کی طرف لے جاتی ہے

آیئے! آج کی صحبت میں سیدنا حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم دہن مبارک سے جو انمول اور ان گنت موتی جھڑے ان میں سے صرف پچاس جو آپ کی اور میری زندگی کے مختلف شعبوں میں اور مختلف موڑوں پر مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔ آپ کے سامنے پیش ہیں۔ یہ زریں ارشادات حدیث کی کتاب "ریاض الصالحین" سے لئے گئے ہیں بخوف طوالت صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے

۱۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور بدیاں لکھ چھوڑی ہیں۔ اور پھر ان کے حسن و قبح کو انسان پر واضح کر دیا ہے۔ پس جو شخص نیکی کا ارادہ تو کرتا ہے لیکن کسی وجہ سے اس کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر اس نیکی کو کر گزرتا ہے تو دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کے نامۂ اعمال میں درج فرماتا ہے اور جو شخص کسی بُرے فعل کا ارادہ کرتا ہے لیکن اس کو کرتا نہیں۔ یعنی بُرے کام سے بچ جاتا ہے تب بھی ایک کامل نیکی اس کے حساب میں شمار کرتا ہے۔ اور اگر اس بدی کو کر گزرتا ہے تو پھر صرف ایک ہی بدی اس کے حساب میں لکھ دیتا ہے (بخاری و مسلم)

۲۔ آپ سے نیکی اور بدی کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا نیکی حسن خلق ہے اور بدی وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور اس پر لوگوں کے مطلع ہو جانے کو تو بُرا سمجھے (مسلم)

۳۔ فرمایا۔ وضو کو پورے شرائط کے ساتھ مکمل کرنا اور مسجد کی طرف جتنے زیادہ قدم اٹھ سکیں اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا۔ گناہوں کے مٹائے جانے اور درجات کے بلند کئے جانے کا باعث ہے (مسلم)

۴۔ فرمایا جب ایک مسلمان بندہ وضو کرتا ہے تو وضو کا پانی جہاں جہاں تک پہنچتا ہے وہاں تک کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ سے کئے گئے گناہ، منہ دھوتا ہے تو آنکھوں سے کئے گئے گناہ، اور جب پیر دھوتا ہے تو پیروں کے ذریعہ کئے گئے گناہ دھل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب وہ وضو سے فارغ ہوتا ہے تو (صغیرہ) گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

۵۔ فرمایا۔ پانچ نمازیں درمیانی اوقات کی لغزشوں۔ اور ایک جمعہ گزشتہ جمعہ کے گناہوں اور ایک رمضان کے روزے رکھنا گزشتہ سال بھر کے گناہوں کے کفارہ کا موجب ہوتا ہے۔ جبکہ وہ کبائر گناہوں سے اجتناب کرے (مسلم)

۶۔ فرمایا۔ ایک انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں۔ پس جس شخص نے تین سو ساٹھ تکبیر کہی اور حمد و ثنا کی اور خدا تعالیٰ سے بخشش طلب کی۔ اور لوگوں کے راستہ سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی ہٹائی یا کسی کو نیک بات بتا دی یا بُری بات سے منع کر دیا تو گویا اس دن اس نے اپنے آپ کو آگ سے بچا لیا (مسلم)

۷۔ فرمایا۔ میں نے ایک شخص کو جس نے بیچ راستے میں پڑے درخت کو جو مسلمانوں کو

تکلیف دیتا تھا، کاٹ دیا تھا۔ جنت میں پھرتے دیکھا (مسلم)

۸۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو۔ اپنے بھائی سے خنداں پیشانی سے ملنا یہ بھی ایک نیکی ہے۔

۹۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ فرمایا غصے سے اجتناب کر (بخاری)

۱۰۔ فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (بخاری و مسلم)

۱۱۔ فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو کسی کو بھلائی کی بات ہی بتا دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از خود ہی بُرائی سے اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے باز رہے۔ یہ بھی صدقہ ہے (مسلم)

۱۲۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اس شخص پر آگ حرام کر رکھی ہے جو نرم مزاج اور ہر امر میں سہولت پسند ہو۔ (ترمذی)

۱۳۔ فرمایا۔ مجالس میں کھل کر اور کشادہ ہو کر بیٹھا کرو۔ اور کوئی مجلس سے اُٹھ کر جائے تو اس کی جگہ پر قبضہ نہ کر لو۔ کیونکہ وہ واپس آجائے تو اس جگہ کا وہی مستحق ہوگا (بخاری و مسلم)

۱۴۔ فرمایا جب دو آدمیوں میں سے ایک کو کسی بات کے لئے الگ کرنا ہو تو دوسرے سے اجازت حاصل کر لو۔ (ترمذی)

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کی خصوصی تاکید فرمائی ہے ۱۔ عیادت مریض ۲۔ جنازے کے ساتھ جانا ۳۔ چھینکنے والے کو جواب دینا۔ ۴۔ کمزور کی مدد کرنا ۵۔ مظلوم کی اعانت کرنا ۶۔ سلام کو پھیلانا ۷۔ قسم کھانے والے کو بری کرنا (بخاری و مسلم)

۱۶۔ فرمایا اے لوگو! سلام کو رواج دو اور غریبوں کو کھانا کھلاؤ۔ اور صلہ رحمی کرو اور لوگ جب سوئے ہوئے ہوں تو نماز میں پڑھا کرو۔ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے (ترمذی)

۱۷۔ فرمایا۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ یا تو نیک بات کرے یا خاموش رہے (بخاری و مسلم)

۱۸۔ فرمایا۔ مسلمان وہ ہے جو لوگوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کی تکالیف سے محفوظ رکھے۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ فرمایا جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ (مسلم)

۲۰۔ فرمایا۔ سچائی ایک انسان کو نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف اور جھوٹ بے حیائی کی طرف۔ اور فسق و فجور آگ کی طرف (بخاری و مسلم)

۲۱۔ فرمایا۔ منافق کی تین علامتیں ہیں ۱۔ جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔ ۲۔ وعدہ کرے گا تو وفا نہ کرے گا۔ ۳۔ امین بنایا جائے تو خیانت کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

۲۲۔ فرمایا۔ ظن سے اجتناب کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ آپس میں ناراضگی رکھو۔ اور اللہ کے بندے بن کر سب بھائی بھائی کی طرح ہو کر رہو۔ (بخاری)

۲۳۔ فرمایا راستوں اور بازاروں میں بیٹھنے سے اجتناب کیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بسا اوقات بات کرنے کے لئے بیٹھنا ہی پڑتا ہے۔ فرمایا اگر بیٹھنا ہی ہے تو پھر راستے کے حقوق ادا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! راستے کے حقوق کیا ہیں؟ فرمایا ۱۔ نظریں نیچی رکھنا ۲۔ ایذا رسانی سے پرہیز کرنا۔ ۳۔ سلام کا جواب دینا۔ ۴۔ نیک باتوں کا حکم کرنا۔ ۵۔ بُری باتوں سے منع کرنا (بخاری و مسلم)

۲۴۔ حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں۔ آپؓ نے جواب دیا کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں (بخاری)

۲۵۔ حضرت نبی کریم صلعم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے کہ اے اللہ تیرے نام سے میں مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔ اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے کہ ہر قسم کی تعریف کا مستحق اللہ تعالےٰ ہی ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف انجام کار لوٹ کر جانا ہے (بخاری)

۲۶۔ فرمایا۔ اس دن جبکہ خدا کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ سات آدمی خدا کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔ ۱۔ امام عادل ۲۔ نوجوان جو اللہ تعالےٰ کی عبادات میں مخمور رہے ۳۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہے ۴۔ وہ دو آدمی جو خدا تعالےٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ۵۔ وہ آدمی جو خوف الٰہی سے خوبصورت عورت سے بدفعلی سے ڈرتا ہے۔ ۶۔ وہ آدمی جو پوشیدہ طور پر صدقہ کرتا ہے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ۷۔ وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی آنکھیں رقت سے آنسو بہاتی ہیں (بخاری و مسلم)

۲۷۔ فرمایا۔ جب تم کوئی کپڑا پہنو یا وضو کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو۔ (ترمذی)

۲۸۔ ایک بچے سے جو کھانے کی پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ مار رہا تھا فرمایا پہلے اللہ تعالےٰ کا نام لو اور پھر دائیں ہاتھ سے جو تیرے آگے کا حصہ ہے کھانا شروع کر (بخاری و مسلم)

۲۹۔ برتن میں پیتے وقت سانس چھوڑنے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

۳۰۔ تولنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا جھکتا تول، تول ادا کیا کر (ترمذی)

۳۱۔ آپ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اپنا ہاتھ اس میں ڈالا۔ اور انگلیوں میں نمی محسوس کی تو فرمایا اے اس مال کے مالک! یہ نمی کیسی؟ اس نے جواب دیا یا رسول اللہ بارش کی وجہ سے۔ فرمایا گیلے دانے اوپر کیوں نہ رکھے تاکہ لوگ دیکھتے جان لیں۔ یاد رکھو جو دھوکا دینے کی کوشش کرے وہ ہم میں سے نہیں (مسلم)

۳۲۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو خرید و فروخت اور فیصلہ کرنے وقت نرمی سے کام لیتا ہے۔ (بخاری)

۳۳۔ تم میں سے کوئی کسی عورت سے خلوت میں ملاقات نہ کرے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

۳۴۔ فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والے امور سے اجتناب کرو ۱۔ خدا کا شریک ٹھہرانا ۲۔ جادوگری کرنا ۳۔ ناحق کسی جان کو قتل کرنا ۴۔ سود کھانا ۵۔ یتیم کا مال کھانا۔ ۶۔ لڑائی کے دن پیٹھ دکھانا۔ ۷۔ پاک دامن مومن عورتوں پر الزام لگانا (بخاری و مسلم)

۳۵۔ فرمایا۔ ایک عورت آگ کے عذاب میں مبتلا کی گئی۔ اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے ایک بلی کو اس طرح قید کر رکھا تھا کہ نہ کھانا دیتی نہ پانی پلاتی تھی اور نہ آزاد کرتی تھی حتیٰ کہ وہ مر گئی۔ (بخاری و مسلم)

(۳۶) حضرت رسول کریم صلعم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہ دونوں عذاب دئے جا رہے ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ وہ چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا اس وجہ سے کہ پیشاب کرتے وقت پردے کا خیال نہیں رکھتا تھا (بخاری و مسلم)

۳۷۔ فرمایا۔ جو اپنے امیر سے کوئی ناپسند امر دیکھے تو صبر کرے۔ کیونکہ اگر وہ اس کی اطاعت سے ایک بالشت بھی باہر نکلتا ہے تو جاہلیت کی موت مرے گا (ترمذی)

۳۸۔ فرمایا تم حقیقی مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو (بخاری و مسلم)

۳۹۔ فرمایا جب تم کوئی برائی دیکھو تو ہاتھ سے اس کو روکنے کی کوشش کرو۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرو۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل میں بُرا منانا چاہیئے اور یہ سب سے کمتر درجہ کا ایمان ہے (مسلم)

۴۰۔ فرمایا جو شخص کسی کا حق جھوٹی قسم کھا کر غصب کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر آگ واجب کر دیتا ہے اور جنت کو حرام کر دیتا ہے

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ تھوڑی سی اور معمولی چیز ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ غصب کی گئی ہو (مسلم)

۴۱۔ فرمایا۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

۴۲۔ فرمایا۔ جو مومن دوسرے مومن کی دنیاوی تکلیف کو دور کرے گا خدا قیامت کے دن اس کی تکلیف کو دور کرے گا۔ تنگدست کو مہلت دینے والے کیلئے آخرت میں سہولت کا سامان ہوگا۔ دوسرے مسلمان کی پردہ پوشی کرنے والے کی خدا آخرت میں پردہ پوشی کریگا۔ جو اپنے بھائی کی اعانت کرے اللہ تعالےٰ اس کی اعانت فرماتا ہے۔

۴۳۔ فرمایا۔ اعمال صالحہ کی طرف لپکا کرو۔ قبل اس کے کہ ۱۔ انسانی ہستی کو بھلا دینے والا فقر آپہنچے ۲۔ سرکش بنا دینے والی دولت حاصل ہو جائے۔ ۳۔ تباہ کن مرض لاحق ہو جائے۔ ۴۔ بوڑھاپا پیر فرتوت بنا دے ۵۔ موت آجائے ۶۔ دجالی فتنہ کا ظہور ہو جائے ۷۔ قیامت آجائے (ترمذی)

۴۴۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس کو جنگل بیابان میں گمشدہ سواری اچانک مل جائے (مسلم)

۴۵۔ فرمایا۔ جو شخص تنگدست کو مہلت دیتا ہے یا اس کا قرضہ معاف کر دیتا ہے اللہ تعالےٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں لے لیتا ہے (ترمذی)

۴۶۔ فرمایا۔ مومن بندے کے میزان عمل میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہوگی (ترمذی)

۴۷۔ حضرت علیؓ سے فرمایا اگر ایک بھی آدمی تیرے ذریعہ نجات پا جائے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

۴۸۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ مومن نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میرا محبوب بنتا ہے اور اس کے محبوب بننے کے بعد میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے ہاتھ اور پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا اور چلتا ہے۔ وہ مجھ سے جو مانگے گا دوں گا۔ پناہ کا طلبگار ہوگا تو اپنی پناہ میں لوں گا (بخاری)

۴۹۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بندہ اگر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں ایک بازو اس کے قریب ہوتا ہوں۔ وہ ایک بازو میرے قریب ہو تو میں دو بازو قریب ہوتا ہوں وہ چل کر میری طرف آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں (بخاری)

۵۰۔ فرمایا۔ اہل جنت جب جنت میں داخل ہونگے تو منادی ہوگی کہ تم پر کبھی موت نہیں آئے گی تم صحتمند اور جوان رہوگے اور تنگی ترشی سے بچے رہوگے (مسلم)

اللہ تعالےٰ ہمیں حضور صلعم کے تمام ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ابدی جنت کا وارث بنائے آمین۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک و سلم

رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم — بقیہ صفحہ (۱۰)

اور اس کے معجزات لوگوں کے ایمان تازہ کرتے رہے۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ مسیحیوں نے کہا۔ حواریوں تک تو روح القدس اُترا کرتا تھا۔ مگر اب اس نے یہ کام ترک کر دیا ہے۔ مَیں نے کہا۔ اور آئندہ نسلیں؟ کیا اب وہ محروم رہیں گی کیا اب ان کے ایمانوں کو تازہ کرنے کے لئے کوئی سامان نہیں؟ انہوں نے کہا افسوس اس رنگ میں اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ میں حیران تھا کہ لوگ کس طرح اپنی اولادوں کو محروم کرنے پر رضامند ہوگئے ہیں۔ اور کیوں وہ خدا تعالیٰ کے آگے نہ چلّائے کہ اگر اولاد کی محبت دی ہے تو اُن کی ترقی کے سامانوں کے وعدے بھی تو کر۔ مگر مَیں نے دیکھا ان لوگوں میں کوئی حِس نہ تھی۔ وہ اس پر خوش تھے کہ خدا کا کلام اور اس کے معجزات پرانے زمانہ میں ختم ہوگئے۔ گویا خدا کا کلام نعوذ باللہ کوئی لعنت تھا۔ کہ شکر ہے اس سے ان کی اولادوں کو نجات ملی۔ مَیں دلگیر اور افسردہ ہو کر ان لوگوں کی طرف سے ہٹا۔ اور مَیں نے کہا وہ نور بھی کیا جس کی روشنی بند ہو جائے۔ اور وہ خدا ہی کیا جس کی جلوہ گری ماضی میں ہی ختم ہو جائے۔ کہ پھر مَیں نے اسی موہنی پیاری دلکش آواز کو بلند ہوتے ہوئے پایا۔ پھر اسے ایک اندازِ دلربائی سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جو نعمت ہم نے پائی اُسے اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان میں تقسیم کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی نعمتیں ماضی سے تعلق نہیں رکھتیں۔ بلکہ وہ اسی طرح مستقبل کا بھی رب ہے۔ جس طرح ماضی کا۔ جو کوئی بھی اس سے سچا تعلق رکھے گا اس کا کلام اس پر نازل ہوگا۔ اس کے نشانات اس کے لئے ظاہر ہوں گے۔ اس کی محبت محدود نہیں۔ کہ وہ اُسے گزشتہ لوگوں پر تقسیم کر چکا۔ وہ ایک غیر محدود خزانہ ہے۔ جس سے ہر زمانہ کے لوگ علیٰ قدر مراتب حصہ لیں گے۔ ہر اک جو سچّے دل سے کہے گا کہ اللہ میرا رب ہے اور اس تعلق پر سچے عاشقوں کی طرح قائم ہو جائے گا خدا کے فرشتے اس پر نازل ہوں گے اور اس کے رب کا پیغام اس کو آکر دیں گے۔ اور اس کی محبت بھری باتیں اس کے کان میں ڈالیں گے۔ اور غموں اور فکروں کے وقت اس کے دوش بدوش کھڑے ہوں گے۔ اور بشارت دیں گے کہ اللہ تمہارا دوست اور تمہارا مددگار ہے۔ پس کچھ فکر نہ کرو۔ اور غم نہ کرو۔ اور الہامِ الٰہی کا دروازہ ہمیشہ اُن لوگوں کے لئے کھلا ہے گا اور اُن کے عشق کو رد نہ کیا جائے گا۔ بلکہ قبول کیا جائے گا۔ اور وہ سب درجے جو پہلوں کو ملے ہیں اُن کو بھی ملیں گے۔ مَیں نے یہ بشارت سن کر بے اختیار کہا اللہُ اکبر۔ یہ آواز تو آئندہ نسلوں کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔ اگر آئندہ کے لئے آسمانی نعمتوں کا دروازہ بند ہو جاتا تو عاشق تو جیتے جی ہی مر جاتے۔ جن کے دل میں عشقِ الٰہی کی چنگاری سلگ رہی ہے انہیں جنت بھی اسی لئے اچھی لگتی ہے کہ اس میں معشوقِ ازلی کا قرب نصیب ہوگا۔ ورنہ انار اور انگور ان کے لئے کوئی دلکشی کا سامان نہیں رکھتے۔ اگر قُرب سے ہی ان کو محروم کیا جانا تھا جیسے کہ دوسرے لوگ کہتے ہیں۔ تو ان لوگوں کے لئے پیدا ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ پس مبارک وہ جس نے آئندہ نسلوں کو بھی اُمید سے محروم نہ کیا۔ اور عاشقوں کو معشوق کے وصال کی خوشخبری سُنا کر ہمیشہ کے لئے اپنا دُعاگو بنا لیا۔ مگر اب تو میرے دل سے ایک بہت ہی درد بھری آہ نکلی اور مَیں نے کہا۔ کیا ان تیرہ صدیوں۔ ناقابلِ گزر تیرہ صدیوں کے لئے جن کو ماضی کی مہر نے بالکل ہی عبور کے قابل نہیں چھوڑا طے کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ کیا میرے اور میرے محبوب کے درمیان ایسی سدِّ سکندری حائل ہے جس کو توڑنا بالکل ناممکن ہے؟ کیا اس مایوسی کی تاریکی کو امید کی کوئی کرن بھی نہیں پھاڑتی؟

میں انتہائی کرب میں تھا کہ مجھے ایک اَور آواز سُنائی دی۔ ایسی قریب کہ اس کے قرب کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیونکہ وہ میری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب تھی اور اس نے کہا۔ افسوس نہ کر۔ میری طرف دیکھ۔ جو چیز تیرے لئے ماضی ہے میرے لئے حال۔ بے شک کمزور انسان ماضی کو ناقابلِ وصول سمجھتا ہے۔ اور سمجھتا رہا ہے لیکن میرے سامنے ماضی اور مستقبل سب ایک سے ہیں۔ جس وجود کو تو دیکھنا چاہتا ہے مَیں نے اس کے ماضی کو مستقبل سے بدل دیا ہے۔ میری طرف سیدھا چلا آ۔ تو اُس کو میرے قرب میں میری جنت کے اعلیٰ مقامات میں میرے کوثر کے کنارے پر اسی طرح میری نعمتیں تقسیم کرتا ہوا پائیگا جس طرح تیرہ صدیاں گزریں۔ دُنیا کے لوگوں نے اُسے ہر قسم کی نعمتیں تقسیم کرتے ہوئے پایا تھا۔ کیوں وہ سب کے لئے رحمت نہ ہو۔ کہ مَیں نے اُسے پیدا ہی تقسیم کے کام کے لئے کیا تھا۔ تبھی تو وہ ابو القاسم کہلایا۔ اور تبھی تو اس نے منع کیا کہ کوئی شخص اس کی کنیت اختیار نہ کرے۔

مَیں نے کہا اے میرے دِل میں بولنے والے مَیں تیرے ازلی حسن پر قربان بے شک میرا **محمد رحمۃ للعالمین** تھا لیکن تُو تو رب العالمین ہے۔ تیری رحمت کے قربان ماضی کے ایک منٹ کو کوئی واپس نہیں لا سکتا۔ لیکن تُو نے تیرہ صدیوں کے ماضی کو مستقبل بنا یا اور وہ جیسے ہم خیال کرتے تھے کہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں اس کی آئندہ ملاقات کا وعدہ دلایا۔ اے میرے محمدؐ کے معشوق آ۔ میرے دِل میں بھی گھر کر لے۔ تیرا حُسن سب سے بالا ہے۔ تیری شان سب سے نرالی ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے میری ایک آنکھ سے ایک آنسو نکل پڑا۔ وہ میرے رخسار پر ڈھلکا ہی تھا کہ میری ایک بیوی میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ مَیں نے عشق کا راز فاش ہونے کے خوف سے جھٹ وہ آنسو پونچھ دیا۔ ورنہ نہ معلوم اس کے کتنے اور ساتھی اس کے پیچھے چلے آتے۔

درخواست ہائے دعا

(۱) مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد لندن کی خالہ جان جو محترم امام صاحب کی خوشدامن بھی ہیں ربوہ میں بیمار ہیں۔ اسی طرح امام صاحب کے خالو جان بھی گذشتہ دنوں بس سے گر کر زخمی ہوگئے ہیں۔ مَیں احباب جماعت کی خدمت میں ہر دو کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جلد کامل صحت عطا فرمائے آمین۔ (مرزا وسیم احمد)

(۲) مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب فانی ناظر D.C. آفس ڈوڈہ بلڈ پریشر سے بیمار ہیں۔ احباب جماعت کی خدمت میں خواجہ صاحب کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ اُن کی خواہش پر یہ اعلان کیا جارہا ہے۔ (مرزا وسیم احمد)

(۳) خاکسار کے چھوٹے بھائی کی ہاتھ کی ہڈی گر جانے کے باعث ٹوٹ گئی ہے نیز اس کے P.U.C. کے امتحان ہو رہے ہیں۔ تمام احباب سے صحتِ کاملہ عاجلہ اور امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار بشارت احمد حیدر قادیان۔

(۴) مَیں ان دنوں زخم میں مبتلا ہوں جس کی وجہ سے صحت کافی خراب ہوگئی ہے اور یکم جون کو آل انڈیا میڈیکل کمپیٹیٹوٹسٹ اور اس کے بعد ۱۸ جون سے بی ایس سی فائینل کا امتحان دے رہا ہوں۔ صحتِ کاملہ اور نمایاں کامیابی کے لئے درخواستِ دعا ہے۔ ★ — اسی طرح میرے چھوٹے بھائی فضل احمد ان دنوں مہلک بیماری میں مبتلا ہیں اور کراچی ہسپتال میں داخل ہیں نیز میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ بیمار ہیں ان ہر دو کی شفاءِ کاملہ و عاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔ خاکسار: سید احمد معرفت ڈاکٹر شمیم احمد صاحب آرہ۔

ایمان کے فائدہ کی بات

حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ ۳۷ء کے موقع پر فرمایا:— "مَیں اخبار کے فائدہ کیلئے نہیں بلکہ آپ لوگوں کے ایمانوں اور آپکے ہمسایوں کے ایمانوں کے فائدہ کیلئے کہہ رہا ہوں کہ آپ لوگ اخبارات خریدیں"۔ (منیجر بدر)

The Weekly BADR Qadian

Sirat-un-Nabi Number

Vol. 22 12. April 1973 No. 15

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"مَیں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے۔ وہ شخص جھُوٹا اور مفتری ہے جو آپؐ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپؐ کی نبوّت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوّت کو چھوڑتا ہے۔ مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سوا آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپؐ کی ختمِ نبوّت توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا جس کے پاس وہی مُہرِ نبوّت محمدؐی نہ ہو۔ ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختمِ نبوّت کو توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اُتارتے ہیں۔ اور مَیں یہ کہتا ہُوں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قوّتِ قدسی اور آپؐ کی ابدی نبوّت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپؐ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعود آپؐ کی امّت میں وہی مُہرِ نبوّت لیکر آتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ کُفر ہے تو مَیں اس کُفر کو عزیز رکھتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ جن کی عقلیں تاریک ہو گئی ہیں جن کو نورِ نبوّت سے حصّہ نہیں دیا گیا اس کو سمجھ نہیں سکتے اور اس کو کُفر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کمال اور آپؐ کی زندگی کا ثبوت ہوتا ہے۔"

(الحکم ۱۰ ؍ جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۱۲ ؍ اپریل ۱۹۷۳ء رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷